

اُبی بُو

اویس حیات
اویس حیات
اویس حیات

ماستر فٹارا



اُردو کادمی نشان

دشمن

مشائخ احمد دہلوی میں مشاعع
شدہ تصنیف آئینہ حیات

کو
اُردو کادمی دہلوی
کی جانبے (لغام کیہے)
 منتخب کیا گیا

دشمن
سکرین

تقریبی سال: ۱۹۷۰ء
مکالمہ: دشمن

شعری مجموعہ

آہ پنہہ حیات

تخلیق کار

ماستر نثار احمد

جملہ حقوق بحق تخلیق کار محفوظ ہیں

نام کتاب:- آئینہ حیات

تخلیق کار:- ماسٹر نثار احمد

سن اشاعت:- ۲۰۱۰

تعداد:- ۳۰۰

قیمت:- ۷۵

کمپوزنگ:- حرف کمپوزنگ سینٹر، جعفر آباد، دہلی، 9891195087

۹۴۵۰۵

سائز

ملنے کا پتا

ماسٹر نثار احمد، 413، میں روڈ

نئی کردم پوری، دہلی 110094

9312132695

فهرست

9	حرفے چند (وقارمانوی)
12	اک خوش فکر و خوش کردار شاعر: نثار احمد انصاری (نظمی سکندر آبادی)
14	(تعارف) آئینہ (ماشر نثار احمد)
18	اطہارِ مسرت (شہادت علی نظامی)
21	بسم اللہ کا منظوم ترجمہ
22	سورہ اخلاص کا منظوم ترجمہ
23	سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ
27	قد افلح المؤمنین (آلیہ) کا منظوم ترجمہ یا ایہا الذین آمنو لَا ترفعوا اصواتکم
28	فوق صوت النبی (آلیہ) کا منظوم ترجمہ
29	(حمد باری تعالیٰ)
29	خدا ایک ہے اس کا ثانی نہیں ہے
31	تو خدا مختار ہے، عادل بھی، غفار بھی
32	بلغ العلیٰ بکمالہ کا ترجمہ
33	تبليغِ دین کر دے تو آسان یا خد
34	نعمت شریف
34	تھے آدم کے دنیا میں آنے سے پہلے

آئینہ حیات

ماستر شاہزادہ

4

- 35 اگر مصطفیٰ کی اطاعت نہیں ہے
- 36 منبع فیض تو انس و جاں کے لیے
- 37 جب دین ہے، حصلتِ مصطفیٰ
- 38 مقید دوستوں انسانیت تھی قید خانے میں
- 39 نبی کے درس سے رہ کے دور جینا کوئی جینا ہے
- 40 احسان مند آپ کے بس انس و جاں نہیں
- 41 دونوں جہاں میں لاکٹ صد افخار ہے
- 42 دنیا ہے ایسی چیز کہ فتنہ کہیں جسے
- 43 بھٹکے انسان کو رب سے ملوا دیا
- 45 بعد از خدا بھی سے اونچا مقام تیرا
- 47 جس دل میں خدا کی یاد نہیں
- 49 غزلیات
- 50 (صانع بدائع) مکسور الحرفین
- 51 مفقود النقات یا غیر منقوط
- 52 تحت النقات
- 53 فوق الحركات
- 54 فوق النقات
- 55 مضموم الحرفین
- 56 منفرد الحرفین

آئینہ حیات

ماستر نثار احمد

5

- بلندی پر پہنچنا ہے تو پیدا خا کساری کر
زمانے کو گلہ ہے میں تمہارا نام لیتا ہوں
دیکھ لینا امن اس دن جا بجا ہو جائے گا
زانی کوئے عدم کا بھی عجائب انداز ہے
وقت جب سازگار ہوتا ہے
وہ جب سامنے بے حجاب آگیا ہے
آج پنج میں ہے دنیا جبرا استبداد کے
حوادث اور مصائب پیش گرا آئیں تو کیا غم ہے
شکیں ہیں کچھ جہاں میں انسان کی طرح
مايوں ہو کے میٹھنا قطعاً فضول ہے
آگیا موسم چناؤی ہر طرف اک شور ہے
پیسہ انسان کی آواز بدل دیتا ہے
کبھی حالت پاپنی ان کو حیرانی نہیں ہوتی
شدت کرب سوا ہوتی ہے یاد آنے سے
 بتانے کے لیے رستہ کوئی رہبر نہ آئے گا
فلسفہ کیا ہے محبت کا سمجھ پایا نہیں
کم کر رہا ہے فاصلہ ہر دم وصال کا
دل سے دعا ہے بارگہہ کر دگار میں
آج بھٹکا ہوا انسان نظر آتا ہے
- 57
58
59
60
61
62
63
64
65
66
67
68
69
70
71
72
73
74
75

آئینہ حیات :: ماسٹر شا راحمد

6

- 76 دنیا میں اے مسلمان رہنا ذرا سنجھل کے
77 ہر شخص مکیں ہے کوئی راگبیر نہیں ہے
78 کیا راز میرا افشا، مرارا زدار بن کے
79 پستی کی آج ہم کوشکایت تو عام ہے
81 کسی کو مشورہ دینا بہت آسان لگتا ہے
82 عدوات دل میں رکھتے ہو زبان پر پیار، کیا مطلب؟
83 حادث ذہن و دل پر جب اثر انداز ہوتے ہیں
84 تقویٰ کا طریقت میں حاصل اللہ سے ڈرنا ہوتا ہے
85 زندگی اک حسین خواب بھی ہے
86 نیم عربیاں، صرف نازک، حریت کے نام پر
87 کشکش میں زندگانی کی خدا کو یاد کر
88 جسم میں طاقت نہیں اور ہاتھ میں جنبش نہیں
89 ہاں زندگی تلاش کئے جا رہا ہوں میں
90 مزاج دلبر کا پوچھنا کیا، گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
91 خدمتِ خلقِ خدا بھی اک عبادت کا کام ہے
92 برائے وصلِ تصور میں جان لیتا ہے
93 ہر جگہ موقع پرستی ہے میاں
94 یہاں اہل خرد کونا قص الا دراک کہتے ہیں
95 کسی کم ظرف پر کیسے بھروسہ کر لیا میں نے

آئینہ حیات :: ماسٹر شا راحمد

7

- زندگی بے کیف ہے تیری عنایت کے بغیر
96
- گھبرا کے لفتوں سے نہ ترکِ معاش کر
97
- چ کے خوگر ہیں برائی کے پرستار نہیں
98
- بے تکلف اس نے اظہارِ تمنا کر دیا
99
- یہ خبر کیسی چھپی ہے آج کے اخبار میں
100
- کون کہتا ہے یہ تم سے ناز برداری کرو
101
- دل شکستہ ہوتاے ہدم ذرا سی بات پر
102
- چلتے چلتے یہ کیسے قدم رک گئے
103
- دنیا میں آج تک کوئی ایسا ملانہیں
104
- یہ منظر آج کا کتنا حسیں معلوم ہوتا ہے
106
- جب بڑے اوقات سے پالا پڑا
108
- ہر اقدام سے پہلے مدد بر ملا کرنا
110
- یقینِ محکم مجھے لگتا ہے اپنی کامیابی کا
111
- نہیں اظہارِ الفت بھی صد اضام من محبت کی
113
- دل و ذماغ کے تابع زبان ہوتی ہے
114
- حسیں خواب کب تک دکھاتے رہو گے
115
- اس نے خاموش ارادوں کو اکٹھا کر کے
116
- کہتے ہیں یہ غزل کی روایت تو ہے نہیں
117
- ہوئی اقوام کتنی، باب اک گزرے زمانے کا
118
- زخم دل کافی پرانا ہو گیا
120

- اگر فرصت نہیں تھی حال دل سننے سنانے کی
122
- عمر جب پتے کی پوری ہو گئی
124
- شاعری فن علمی استعداد کے قبضہ میں ہے
125
- زخم دل تار تار مت کرنا
127
- شکوہ فضول ہے یہاں سوز و گداز کا
129
- یوں تو ہر دل میں محبت کا بھرم ہوتا ہے
130
- ہمیں ہمارے تمدن کے پاس رہنے دے
132
- تمام شہر میں یہ اضطراب کیسا ہے
133
- تضاد گفت سخن افتراق رکھتے ہیں
135
- حقیقت میں وہ میری ذات پر احسان کرتا ہے
136
- ہم نے یہ محبت کی اگر بات نہ مانی
138
- وہ لوگ کبھی شرم سے پانی نہیں ہوتے
140
- طاقت تھی ہاتھ پاؤں میں چہرے پر نور تھا
141
- عداوت سے اگر توبے خبر ہوتا تو اچھا تھا
143
- وہ پل میں نور نظر ہو گیا زمانے کا
144
- اس کہانی کی یہی تمہید ہے
145
- جب بھی دامن پرے داغ لہو کا نکلا
146
- حق تعالیٰ کی اطاعت گر تھے در کار ہو
147
- ہو گیا ہے کس قدر انسان رب سے بے خبر
148
- نظمیں - قطعات - منتخب اشعار
149

حرفِ چند

ماسٹر نثار احمد کا آبائی وطن بجنور، یوپی ہے۔ ایک سادہ طبیعت مرد موسن ہیں، کم گولی، وضع داری اور ملمساری ان کے مزاج کا خاصہ ہے چونکہ انھیں دل دردمند و دیعت کیا گیا ہے اس لیے وہ فلاجی امور اور سماجی خدمات سے بھی خود کو وابستہ رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ”تبذیب ہند سو سائی“ کے بھی روح رواں ہیں جس کے بیزرنگلے بیشتر فلاجی اور ادبی پروگرام منعقد کرتے رہتے ہیں۔ لکھنے لکھانے کا بھی شوق ہے۔ شعری تخلیقات کے علاوہ ان کے مضمایں بھی روز ناموں کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ جہاں تک شاعری کا سوال بے غاربًا نہیں سو نوے کی دہائی سے مشق سخن جارہی ہے۔ اوائل عمر شاعری ہی میں ایک اتفاق ایسا بھی ہوا کہ مشق سخن کا تسلسل ٹوٹا اور شعر گولی میں چند سال کا تعطل پیش آگیا لیکن یہ تعطل اور وقفہ بھی ان کے لیے خوش آئند مبارک کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقفہ میں انہوں نے اپنے کاروبار کی طرف زیادہ توجہ دی۔ اپنی ذاتی زندگی اور اپنی اولاد کا مستقبل سنوارنے کی جدوجہد کی اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ اس طرح انھیں دنیا سے اور اپنے ہبلِ خانہ سے سرخ روئی حاصل ہوئی، جو ایک اوسمی درجہ کے فنکار کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔ اسی وقفہ میں خوش قسمتی سے انھیں حج بیت اللہ کی مبارک سعادت بھی حاصل کرنے کا موقع ملا۔ الغرض اب کئی سال کے وقفہ کے بعد ماسٹر نثار احمد ایک نئے جذبہ کے ساتھ ”آئینہ حیات“ لے کر تازہ دم اقلیم سخن میں اترے ہیں۔ ”آئینہ حیات“ ان کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ دیکھیں کہ دیکھنے والے اس میں کیا کیا دیکھتے ہیں؟۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ شاعری کے لیے بنیادی شرط تو موزونی طبع ہی ہے لیکن فہم و شعور، استعداد علم اور مطالعاتی سلسلہ اسے تقویت بخشتے ہیں۔ اسے نکھارنے

میں معادن ثابت ہوتے ہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش کا عمل شعرگوئی میں ترقی کی منازل طے کراتا ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہی ہے، اسے جس قدر چاہے و سعت دے سکتے ہیں، پھیلا سکتے ہیں۔ تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ آج بہت سے فنکار نہ فقط یہ کہ روایات کی پاسداری سے انحراف پر کمر بستہ ہیں بلکہ نئی نئی اصناف، نئے نئے اسالیب وضع کر رہے ہیں۔ جدیدیت کے نام پر طرح طرح کے گمراہ کن تجربات کر رہے ہیں۔ ایسے عالم میں وہ قلم کار، وہ فنکار پھر غنیمت ہیں جو گمراہی کی مذکورہ دلدل سے خود کو محفوظ رکھتے ہیں۔

شاعر کا اصل تعارف تو بلا شک و شبہ اس کا کلام ہی ہوتا ہے، لیکن دنیا نے

ادب میں یہ روایت، یہ چلن بھی عام ہے کہ ہر صاحبِ تصنیف فنکار اپنے کلام پر اپنے دور کے کچھ مشاہیر اور معاصر ابل قلم سے تعارفاً کچھ لکھوانا پسند کرتا ہے، ضروری سمجھتا ہے۔ لہذا زیر نظر مجموعہ شعری ”آئینہ حیات“ پر میری یہ ادنیٰ سی رائے اس روایت کی آئینہ دار بھی ہے اور صاحبِ تصنیف فنکار کی خواہش کا احترام بھی۔

غزلیات، قطعات اور دیگر منظومات پر مشتمل یہ شعری مجموعہ ماسٹر نثار احمد کے

افکار کا مرقع ہے۔ ان کے کلام میں اگر چہ شوخی اور شگفتگی کا مظاہرہ نہیں ہے لیکن ان کی زبان سادہ اور سلیس ہے۔ بیان شاستری اور جذبات کی ترجمانی کا مظہر ہے۔ عزم و جستجو پا کیزہ خیالی ان کے کلام کا جو ہر خاص ہے۔ مضامین گنجلک نہیں، ادق نہیں۔ بیان صاف سترہا ہے۔ طبیعت پر دینیات کا غلبہ کسی قدر زیادہ ہے، جو کلام میں جا بجا نظر آتا ہے، اگر مشق سخن جاری رہی تو ترقی کے امکانات روشن ہیں۔

کلام میں غزلوں کے علاوہ چند نظمیں بھی ہیں جس میں نظم ”گجرات“ خاص طور پر

اثر انگیز ہے۔ اس میں شدت جذبات کا اظہار دلکش اور موثر ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

1921
105/070
0000268

آئینہ حیات 11 مastr شا راحم

یوں تو دیکھنے والے "آئینہ حیات" میں بہت کچھ دیکھ سکیں گے لیکن میں یہاں صرف چند اشعار پیش کر رہا ہوں۔ ان اشعار سے میرے بیان کی تصدیق بھی ہو سکے گی اور صاحب تصنیف تخلیق کار کے مزاج کی عکاسی بھی۔

جوادث اور مصائب پیش اگر آئیں تو کیا غم ہے

ہمارے سامنے اسلاف کا عزم مصمم ہے

سر تسلیم خم کر پیش احکام خداوندی

شریعت میں ارے نادان من مانی نہیں ہوتی

ان کا یہ کام ہے کہ یہ دامن کوتارتار

اور میرا کام یہ کہ سے جارہا ہوں میں

درگزر کرنے کی عادت ہے، خدا کا فضل ہے

کیوں تعلق توڑ بیٹھیں ہم ذرا سی بات پر

دلوں میں دوریاں بڑھتے نہیں لگتی یہاں کچھ دیر

نظر انداز کرنے کا بھی پیدا حوصلہ کرنا

فات و صفات میں ہے وہ یکساں بلاشبہ

ثانی نہیں جہاں میں اس بے نیاز کا

آخر میں دعا گو ہوں کہ یہ اسی طرح سرگرم عمل رہیں اور ان کے مجموعہ شعری

"آئینہ حیات" کی ادبی حلقوں میں خاطرخواہ پذیرائی ہو۔ آئین

وقارمانوی۔ دہلی

اک خوش فکر و خوش کردار شاعر: نثار احرانصاری

میں ماسٹر نثار احمد کو سالِ رواں کے آغاز سے جانتا ہوں، اس دوران انھیں متعدد ادبی نشتوں میں سننے کا موقع بھی ملا ہے۔ ان کے مکان پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ ماسٹر صاحب نہایت ملنسار، مخلص اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ اپنے گھر اکثر شعری نشتوں کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔ بیحد ملنسار، متواضع اور دوستانہ صفت کے مالک ہیں۔ نثار صاحب کی شاعری کو سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کافی عرصہ سے شعر کہتے چلے آ رہے ہیں۔ نثار صاحب کی شعر گوئی ہر اک پختہ شاعر کی طرح آ جکل کے سیاسی حالات کا زیادہ ہے۔ انکی اپنی زبان کو سرکار کی سرپرستی حاصل نہ ہونا، گجرات کا الیہ، ان کی اسی قوم کی زبوبی کے اسباب، یہ تمام باتیں ایسی ہیں جنکا رد عمل انکی شاعری میں جگہ جگہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ وہ جو کچھ دیکھتے سنتے یا سوچتے ہیں اسے بے لائگ اپنی شاعری میں سموکرقاری تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انکے شعر کہنے کا ڈھنگ بڑا سیدھا سادہ ہے۔ انھیں زبان و بیان پر خاصی قدرت حاصل ہے۔ اپنے اشعار میں بڑی خوبی کے ساتھ اپنا مافی افسوس ادا کر جاتے ہیں۔ میری نظر میں شاعر جس ماحول میں رہتا ہے اس کا عکس اسکی شاعری میں بھی دکھائی پڑتا ہے اور اسی مقام سے اسکی فکر کی سمتوں کا تعین ہوتا ہے۔ اک شاعر جو فطری طور پر عوام سے کہیں زیادہ حساس اور زودرنج ہوتا ہے۔ اپنے اطراف کے ماحول سے متاثر ہے بغير نہیں رہ سکتا۔ نثار صاحب کی شاعری بھی انھیں حالات کی آئینہ دار ہے، البتہ نثار، احباب ان حالات کی اصلاح کی طرف مائل ضرور ہیں۔ وہ چاہتے

ہیں کہ انکی قوم اور انکا وطن جن حالات کا شکار ہے انہیں سدھار لائیں۔ شاعری کے علاوہ اس کام کی انجام دہی کے لئے ان کے قبضہ قدرت میں جو کچھ ہے وہ اسے آزمائے کی بارہ کوشش کرتے رہے ہیں۔

جہاں تک انکی شاعری کا تعلق ہے، انھیں اصنافِ خن میں غزل بہت مرغوب ہے۔ اخلاقی، اصلاحی نظمیں بھی خوب کہتے ہیں۔ حمد و سلام و نعمت میں بھی انکے جذبات نہایت قابل قدر ہیں۔ نثار صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آج کے دور میں بھی وہ اک پچھے اور اپنے مسلمان ہیں۔ انکے کردار کا انکی شاعری پر بھی اثر ہے۔ فنی اعتبار سے انکے اشعار درست ہوتے ہیں۔ نثار صاحب اشعار میں تمام فنی تقاضوں کو بخوبی پوار کرتے ہیں۔ یہ کنانے زبان میں بات کرنا جانتے ہیں، جس کا ثبوت ان کی غزلوں سے فراہم کیا جاسکتا ہے۔ نثار صاحب دہلی کے اک مشہور و ممتاز استاد شاعر جناب وقار مانوی صاحب سے مشورہ خن کرتے ہیں۔ استاد کی خصوصی توجہ کے باعث انکے کلام میں ندرت، روانی بر جستگی، گہرائی و گیرائی سمجھی کچھ پائی جاتی ہے۔ وہ بہت جلد اپنا مجموعہ کلام منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ دعا گو ہوں کہ تمام ادبی حلقوں میں اسکی خاطر خواہ پذیرائی ہو اور انکے کلام کو عوام کی قبولیت کا شرف حاصل ہو جائے۔

احقر

نظمی سکندر آبادی

C/85 گلی نمبر 16، نارتھ گھونڈہ، دہلی 53

تاریخ:- 16 مئی، 2010ء

آئینہ

تعارف

شاعری کے لیے طبیعت میں موزوںیت کا ہونا بنا یادی چیز ہے۔ اس کے بغیر شعر کہنا ناممکن ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شعر کہنے پر وہ حضرات بھی اچھی خاصی قدرت رکھتے ہیں جو اوزان (بحدوں) سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، مزاج میں چونکہ موزوںیت ہوتی ہے اس بنا پر وہ شعر موزوں کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسے شعر موزوں کر دیتے ہیں کہ ہر ایک عروضی شاعر بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس اگر کوئی ایسا شخص جس کے مزاج میں موزوںیت نہ ہو لیکن عروض سے واقف ہو اور پھر شعر کہے تو ایسے شخص کے لیے شعر کہنا جبرا ثابت ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ شعری اطافت جو عروض اور موزوںیت کے اشتراک سے پیدا ہو سکتی تھی نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ایک شخص اردو ادب پر پوری دسترس ہونے اور بہترین ناقد ہونے کے باوجود بھی شاعر نہیں ہوتا۔ یہ چیز خدا داد ہوتی ہے اور یہ بات ان پر زیادہ صادق آتی ہے جن کو بچپن ہی سے اس فن سے لگاؤ ہوتا ہے۔

میری کہانی بھی کچھ اسی طرح کی ہے، مجھ کو بچپن ہی سے اس فن سے لگاؤ تھا اور آسی تخلص مستعمل تھا۔ پتا نہیں یہ بیماری کیسے لگ گئی، جب کہ میرے پورے خاندان بشمول نیہاں تک میں بھی کوئی دور دور تک اس لائے کا شخص نہیں تھا اور نہ ہی اپنا حلقة محصر ایسا تھا جو اس فن کی طرف راغب کرتا۔ بہر حال موقع بہ موقع شعر کہنے کی عادت تھی مگر پتا کچھ نہیں تھا حتیٰ کے ردیف اور قافیہ تک سے نا بلد تھا۔ ایک بار میں نے کچھ اشتہار کہے جن کو اپنے دو بزرگ الحاج صوفی شریف احمد اور الحاج اشfaq احمد کو دوران سفر نانے لگا تو بولے یہ کیا ہے؟۔ اس میں تو نہ ردیف ہے نہ فاقیہ، شاید وہ اس چیز سے واقف تھے۔ ان کے اس

تبرے نے مجھے تشویش میں بمتلا کر دیا اور سوچنے لگا یہ کیا مصیبت ہے۔ بہر حال مجھے کسی ایسے شخص کی تلاش نہیں کی جو اس لائن سے واقف ہو، تاکہ میں اس سے کچھ بنیادی باتیں سیکھ سکوں۔ اسی دوران میری ملاقات جناب مخفی نجیب آبادی سے ہوئی جنہیں میں جانتا تو پہلے ہی سے تھا کیونکہ اس زمانے میں میرا تعلق بھی درس و تدریس سے تھا اور وہ بھی ایک ادارہ کے اندر ماسٹر تھے لیکن کبھی فن شاعری کے تعلق سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال میں نے ان سے اپنی معروضات بیان کیں اور انہوں نے شعر گوئی کی کچھ بنیادی باتیں مجھ کو بتا دیں جس کی بنیاد پر میں نے ایک دو غزل بھی کہیں جن کے ایک دو شعر کو کافی پسند کیا گیا اس کے علاوہ میری کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی۔

میں چونکہ ایک مشغول آدمی تھا اس لیے انہاک کب نے اس طرف زیادہ رغبت کی اجازت نہیں دی، یا یہ سمجھ لیجئے کہ میری عدم تو جھی کی نذر ہونے کی وجہ سے زندگی کے اڑت (۳۸) سال تک میری زندگی پر اس فن کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیا۔ اس دوران طلب معاش نے دہلی کا رخ کرنے مجبور کر دیا۔ یہاں حالات سے متاثر ہو کر تقریباً ۱۹۹۲+۹۳ء کے دور میں میرے جذبہ شوق نے پھر کروٹ بدلتی اور بیداری کا اظہار کرتے ہوئے تقریباً تین درجن غزالیں کہہ ڈالیں، جن کو لے کر میں ایک روز اردو اکادمی پہنچ گیا وہاں جا کر جناب مخمور سعیدی (مرحوم) اور دیگر حضرات سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے ان حضرات کو اپنا کلام سنایا۔ ان حضرات نے خاص طور پر جناب مخمور سعیدی صاحب نے داد تحسین سے نواز کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا آپ کے اندر بہت اچھا کلام کہنے کی صلاحیت موجود ہے یہ بات آپ نے دو مرتبہ کہی تاہم کہیں کہیں اصلاح کی طرف بھی اشارہ کیا، میں نے اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے گھر آ کر ایک خط جناب مخمور

سعیدی صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیا جس کے اندر استدعا ے اصلاح کلام تھا۔ میری اس درخواست پر جناب سعیدی صاحب نے مجھے اردو اکادمی بلا یا اور اپنی عدم الفرستی کا حوالہ دے کر ایک پرچہ محترم وقار مانوی کے نام لکھ کر مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ اس وقت جناب استاذ وقار مانوی صاحب ماہنامہ ”شمع“، میں شعبہ شعری کے انچارج تھے۔ بہر حال میں جناب مخدوم سعیدی صاحب کا پرچہ لے کر محترم وقار مانوی کی خدمت میں پہنچ گیا اور ان کو جا کر پرچہ دے دیا۔ جناب وقار صاحب نے پرچہ دیکھ کر بڑی خنده پیشانی سے اپنے حلقة تلامذہ میں لینے کی رضا مندی فرمادی۔ ابھی جناب چار پانچ غزلیں ہی دیکھ سکے تھے کی میرے شوق پر پھر برف پڑ گئی اور خاموشی کے ساتھ اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔ بس کبھی جی میں آیا تو ایک آدھ غزل کہہ لی ورنہ کاروباری تگ و دو میرے لیے معقول عذر بنی رہی اور اس طرح تقریباً بارہ سال گزر گئے۔

اسی دوران ہمارے یہاں ادبی ماحول سازگار ہوا، اور ہم نے نشتوں کا سلسلہ شروع کر دیا، چونکہ شوق ختم نہیں ہوا تھا صرف ماحول ناسازگار ہونے کی وجہ سے سرد ہو گیا تھا جس کو ان نشتوں سے نئی تحریک ملی اور ہم نے جناب ڈاکٹر ایم، آر قاسمی کی مدد سے ایک ادبی تنظیم ”تہذیب ہند سوسائٹی“ کے نام سے تشکیل دیدی۔ جس کے ذریعہ آج تک الحمد للہ ادبی سماجی فلاجی پروگرام کا سلسلہ جاری ہے، جن میں ہمارے تمام مخلص دوست شرکت فرماتے رہتے ہیں نیز وہ پروگرام کرتے ہیں تو میں بھی حاضر ہو جاتا ہوں، اس طرح کہنے سننے کا الحمد للہ خوب موقع ملا۔ مزاج میں چونکہ ہر بار کچھ نیا پیش کرنے کی خواہش رہتی تھی اس لیے جلد ہی خاطر خواہ مواد جمع ہو گیا جو ”آئینہ حیات“ کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کو استاذ محترم وقار مانوی نے اپنے قیمتی اوقات سے وقت نکال کر شرفِ تصحیح عطا فرمایا۔

شاید اتنی جلدی مسودہ تیار نہ ہوتا اگر درد دہوی کی کرم فرمائی نہ ہوتی جو اکثر

نشتوں و پروگراموں میں مجھ کو موقع دیتے رہے جس کے لیے میں ان کا ممنون و مشکور ہوں اور بوقت کپوزنگ نشر ثانی کے لیے بھی میں ان کا اظہار تشکر کرتا ہوں اور جناب نثار دہوی، شہادت علی نظامی، مجاز امر و ہوی، ویریندر قمر بدر پوری، نور العین قیصر قاسمی ڈاکٹر راحت مظاہری، حاصل سنبھلی، قیصر عزیز، ظاہر بھارتی وغیرہ جن کی ہمocrی سے کسی نہ کسی طرح سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا، جس کے لیے میں ان سبھی حضرات کا ممنون و مشکور ہوں۔

فقط

ماسٹر نثار احمد

اظہار مسرت

بیوی تو ہر انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی نہ کسی خوبی سے نوازتا ہے لیکن بہت کم لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ان خوبیوں کو انسان کی بھلائی اور قوم کی خدمت میں صرف کرتے ہیں ورنہ آج کے اس دور میں انسان اس قدر مصروف ہے کہ اپنے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ جو لوگ آج کے اس نفاذی کے دور میں ملک و ملت کی بھلائی اور قوم کی اصلاح کی فکر رکھتے ہیں وہ لوگ واقعی داد و تحییں کے مستحق ہیں۔ ایسے ہی چند ناموں میں حاجی ماسٹر نثار احمد صاحب کا شمار ہوتا ہے۔ نثار احمد صاحب کا تعلق یون تو ضلع بجنوہ، یوپی سے ہے لیکن معاش کی تلاش میں آپ نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ موصوف سنجیدہ طبیعت کے مالک ہیں اور ملک و قوم کا درد دل میں رکھتے ہیں کم گوئی ملن ساری آپ کے مزاج میں ہے۔ ”تہذیب ہند“ سوسائٹی کے روح روایا ہیں، جس کے بینر تک وقتاً فو قتاً ادبی اور فلاحی پروگرام منعقد کرتے رہتے ہیں اور ادب نواز لوگوں کو اعزاز سے نوازتے رہتے ہیں، آپ جس قدر سادہ لوح انسان ہیں، اتنے اچھے شاعر بھی ہیں۔ بھولا بھالا چہرہ، سلیمانی زبان، وضع قطع کے اعتبار سے آپ ایک ایک اچھے اور سچے انسان معلوم ہوتے ہیں۔ موصوف کی اعلیٰ ظرفی پر کشش شخصیت کا ہی کمال ہے۔ ہر وہ شخص جو آپ سے ملتا ہے وہ بارہا ملنا چاہتا ہے آپ کے سینے میں ایک دردمند انسان کا دل ہے اسی تڑپ کو اپنی شاعری میں بیان کرتے ہیں۔

ہر شخص مکیں ہے، کوئی را گھیر نہیں ہے
یہ ملک کسی ایک کی جا گیر نہیں ہے

عداوت دل میں رکھتے ہو، زبان پر پیار، کیا مطلب؟

کبھی نفرت، کبھی الفت کا ہے اظہار۔ کیا مطلب

موصوف کے دل میں خوفِ خدا ہر وقت رہتا ہے، جس کا اظہار اپنے اشعار

میں بھی بار بار کرتے ہیں۔ چند شعر حاضر ہیں۔

ریا نہ مود کو دل سے نکال دے یا رب

مجھے خلوص کے سانچے میں ڈھال دے یا رب

ترے ہی حکم کے آگے سدا جیں خم ہو

مرے ضمیر کو ایسا کمال دے یا رب

کذب گولی عہد شکنی اور خیانت عام ہے

اے مسلمان مشغله تیرا یہ صبح و شام ہے

مکر سے یہ زندگی تو نے اگر جی لی تو کیا

روزِ محشر ہر برائی کا برا انجام ہے

اُس طرح کے بے شمار پیغام آپ کو شعری مجموعہ "آئینہ حیات" میں دیکھنے کو

ملیں گے، جو بہت جدا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے، جس کی مبارک

اشاعت پر دل کی گہرائیوں کے ساتھ میں حاجی ماسٹر نثار احمد کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور

دعا گو ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ موصوف کی عمر دراز کرے اور ہر طرح کے فتنے اور بلااؤں سے

محفوظ رکھے اور آپ کے شعری مجموعہ کو مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

خادم : شہادت علی نظامی



منظوم تراجم آیات قرآنی

حمد باری تعالیٰ

نعت شریف

بسم اللہ کا منظوم ترجمہ

کا منظوم ترجمہ

ابتدا کرتا ہوں میں لے کر خدا کے نام کو
 اے خدا آسان فرمادے مرے اس کام کو
 رحم کر بندوں پے اے مولا کہ تو رحمن ہے
 اور رحمت کا تیری محتاج ہر انسان ہے

سورة اخلاص کا منظوم ترجمہ

اے نبی لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیجئے
حق تعالیٰ ایک ہے بندوں کو بتلا دیجئے

ذات اس کی ہر ضرورت سے ہے ہردم بے نیاز
اور انسانوں کے کاموں کا وہی ہے کارساز

وہ کسی سے کوئی بھی اس سے نہیں پیدا ہوا
ہر جگہ اور ہر زمانے میں یہی چرچا ہوا

فِ الْحَقِيقَةِ هُمْ سَبُّهُ كَوْهْ ہے اسی کا آسرا
اور اس جیسا نہیں دنیا میں کوئی دوسرا

سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

حمد ہے مالک دو جہاں کے لیے
 رزق دیتا ہے جو اہل جاں کے لیے
 مہرباں ہے تو ہی ساری مخلوق پر
 تیری رحمت ہے ہر انس و جاں کے لیے
 تو ہی مالک ہے روزِ جزا اے خدا
 تیری بخشش ہے ہم عاصیاں کے لیے
 ہم ہیں بندے ترے، تو ہی معبد ہے
 ہے دعا تجھ سے امن و اماں کے لیے
 راہ سیدھی کے تجھ سے طلبگار ہیں
 یعنی جو راہ تھی عالیشان کے لیے
 اور نہ رستے پہ پھٹکے ہوؤں کے چلا
 اور نہ ان پہ جو تھے عاصیاں کے لیے

سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

حمد کے صرف لاک تری ذات ہے
 نقص سے پاک مولا تری بات ہے
 تو جہانوں کا مالک ہے مختار ہے
 نور سے تیرے عالم ضیا بار ہے
 رزق دیتا ہے تو دو جہاں کے لیے
 دو جہانوں کے کل اہلِ جاں کے لیے
 اے خدا رحم کرنا ترا کام ہے
 مہرباں تو ہے عاصی مرا نام ہے
 روزِ محشر میں ہے حکمرانی تری
 سب کو درکار ہے مہربانی تری
 تو ہی معبد ہے، تو ہی مسجد ہے
 ذرہ ذرہ میں بس تو ہی موجود ہے

صرف تجھ سے مدد کے طلبگار ہیں
 محض لاچار بے بس سیاہ کار ہیں

راستہ ہم کو سیدھا دکھا اے خدا
 تجھ سے کرتے ہیں یہ التجا اے خدا

ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلا
 تیرا انعام تھا جن پہ نازل ہوا

اور ان راستوں سے بچا لے ہمیں
 روزِ محشر کہ جو مار ڈالے ہمیں

راہ سے ہم کو ان کی بچا اے خدا
 جن پہ نازل سدا تیرا غصہ ہوا

سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

حمد ہے اسِ مالکِ ملک و مکاں کے واسطے
جو عطا کرتا ہے روزی جہاں کے واسطے

مہرباں بندوں پہ تیری ذات صبح و شام ہے
رحم ہر ذی روح پر کرنا تیرا ہی کام ہے

مالکِ یومِ جزا ہے، مالکِ مختار ہے
ہم گنہگاروں کا محشر میں تو ہی ستار ہے

بندگی تیری ہی کرتے ہیں، تو ہی معبد ہے
استعانت تجھ سے ہے، تو ہر جگہ موجود ہے

راہ سیدھی اے خدائے عز وجل ہم کو دکھا
راہ ان کی جن پہ تیرا ہر کرم نازل ہوا

اور نہ ان لوگوں کی جو مغضوب ٹھہرائے گئے
راہِ حق سے اے خدا جو لوگ بھٹکائے گئے

قد افلح المؤمنین . الذين هم في
صلاتهم خاسعون . والذين هم عن الغو
عرضون . والذين هم لزكوة فاعلون .

کامنظام ترجمہ

بلاشبہ وہ مؤمنین کامیاب ہوئے
حضورِ دل سے ادا جو صلاۃ کرتے ہیں

ہے اجتناب لغویات پے عمل پیرا
جو مال ہے تو ادائے زکوة کرتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوقَ صَوْتِ
النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرْ لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لَبْعَضٌ إِنْ تَحْبِطْ أَعْمَالَكُمْ وَإِنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

کا منظوم ترجمہ

حکم فرمایا خدا نے مومنوں کے واسطے
ضابطہ سن لو نبی کی محفلوں کے واسطے

ہاں بلند آواز مت کرتا نبی کے سامنے
جس طرح تم بات کرتے ہو کسی سامنے

پست آوازوں کو رکھنا ہے نبی کے رو برو
ہم نہیں کہتے کرو یہ ہر کسی کے رو برو

فوقيت دیکھو نبی کو ہے تمہاری ذات پر
بے ادب کھلاو گے ورنہ ذرا سی بات پر

دیکھو لو اعمال ایسے رائیگاں ہو جائیں گے
علم نہیں تم کو نہ ہوگا، بے گماں ہو جائیں گے

(حمد)

خدا ایک ہے اس کا ثانی نہیں ہے
ہمیشہ سے اور فانی نہیں ہے

نہیں کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی
کہ جس میں خدا کی نشانی نہیں ہے

کہ تحت الشری سے زمیں آسمان تک
کہاں پر تری حکمرانی نہیں ہے

کہیں آب نازل، کہیں بہہ رہا ہے
کہیں محمد ہے، روانی نہیں ہے

ندامت کے آنسو بہت قیمتی ہیں
کوئی ایسا دنیا میں پانی نہیں ہے

تجھے گھر میں مسلم کے پیدا کیا ہے
 بتا اس کی یہ مہربانی نہیں ہے

لگا دل کو بے شک تو دنیا سے اپنا
اگر یہ جہاں دہر فانی نہیں ہے
تری ذات کے مساوا میرے مولا
ہے کوئی جسے موت آنی نہیں ہے

خدا کی خدائی سے انکار ظالم
تجھے ڈوب مرنے کو پانی نہیں ہے

تری ذات ہی ایکت باقی رہے گی
سوا تیرے کچھ جادو ای نہیں ہے

کہیں آب ہی آب حد نظر تک
کہیں ارض بحر ہے، پانی نہیں ہے

وہ آتش ہو خنجر ہو یا بحر و بر ہو
تری بات کب کس نے مانی نہیں ہے

گناہ کر کے مسرور ہونا ہمارا
خدا کی قسم شادمانی نہیں ہے

تو خدا مختار ہے، عادل بھی، غفار بھی
تیرے قبضہ میں ہمارا دل بھی ہے، گفتار بھی

ہے تیری بخشش کا طالب روز و شب شام سحر
تیرا یہ بندہ بہت کاہل بھی، لاچار بھی

ہے اگر انساں تو اپنے آپ کو شر سے بچا
یوں تو کہنے کو بہت عاقل بھی ہے ہشیار بھی

ہو گیا دشمن زمانہ دین اور ایمان کا
اور ستم یہ دیکھئے فاصل بھی ہے عیار بھی

بھر عصیاں کشتی گردان تو ہی ہے ناخدا
تیری قبضہ میں خدا ساحل بھی ہے مجھدار بھی

بلغ العلیٰ بکمالہ
 کشف الدجیٰ بجمالہ
 حسنۃ جمیع خصالہ
 صلو علیہ وآلہ
 کام منظوم ترجمہ

پہنچے بلندیوں پر وہ اپنے کمال سے
 روشن جہاں کو کر دیا اپنے جمال سے

احسن تمام خصلتیں میرے نبی کی ہیں
 رحمت خدا ہے نسلک ان سے عیال سے



جو بھی بلند مقام ہے آقا کے نام ہے
 ظلمت ہوئی ہیں دور یہ تیرا ہی کام ہے

فائز ہیں خصلتوں کے وہ اعلیٰ مقام پر
 ان پر بھی آل پر بھی درود سلام ہے

تبليغِ دين کر دے تو آسان یا خدا
طاقوتوں کو بخش دے اہمان یا خدا

دونوں عمر میں جون سا تجھ کو پسند ہو
اسلام کی بنائیے پہچان یا خدا

میدانِ بدر میں یہ دعا مصطفیٰ نے کی
اس معركہ کو کچھ آسان یا خدا

حضرت عمر سا پھر کوئی انسان بخش دے
امت ہے ہر طرح سے پریشان یا خدا

نذهب کا پاس تو کجا انسانیت نہیں
انسان آج بن گیا حیوان یا خدا

قطرے کو تو جو چاہے سمندر میں دے بدل
اتنی بلند تر ہے تری شان یا خدا

تھے آدم کے دنیا میں آنے سے پہلے
وہ موجود تھے ہر زمانے سے پہلے

کیا نور میرے محمد کا پیدا
خدا نے یہ دنیا بنانے سے پہلے

جہالت کی تاریکیاں ہر طرف تھیں
محمد کے دنیا میں آنے سے پہلے

عقیدت سے آراستہ دل کو کر لے
تو نامِ نبی گنگنا نے سے پہلے

فرشته سمجھی با ادب منتظر تھے
فلک پر محمد کے جانے سے پہلے

وہی بن گئے جان شارِ محمد
جو دشمن تھے ایمان لانے سے پہلے

اگر مصطفیٰ کی اطاعت نہیں ہے
کرو لاکھ سجدے، عبادت نہیں ہے

محبت نبی کی جو دل میں نہ ہوگی
تو محشر میں ممکن شفاعت نہیں ہے

عمل جو کہ جحت سے ثابت نہ ہوگا
معاصی ہے ہرگز سعادت نہیں ہے

جو دشمن کو دشمن کا بھائی بنادے
زمانے میں ایسی قیادت نہیں ہے

جو تفریق کا کوئی بھی شائبہ ہو
محمد کی ایسی عدالت نہیں ہے

نہیں ہے نہیں ہے محمد کے جیسی
شجاعت، شرافت، صداقت نہیں ہے

نہ ہو جس عقیدت میں فرق مراتب
شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے

منبع فیض تو انس و جاں کے لیے
بن کے آیا تو ہادی جہاں کے لیے

تیری رفت کا کیسے احاطہ کرے
تیری پرواز ہے آسمان کے لیے

لفظ مدحت جسے تیری شایاں کہیں
لانہ پائیں گے ہرگز بیاں کے لیے

جس کی تعریف خود خُق تعالیٰ کرے
کیسے ممکن ہے ہم عاصیاں کے لیے

تو نے انساں کو درسِ محبت دیا
تحا مشن تیرا امن و اماں کے لیے

تیری رفت کی پرواز عرش بریں
کیسے کہہ دوں کہ ہے آسمان کے لیے

تیری شفقت کے تھے معترف غیر بھی
تیری رحمت تھی سب ذہنیاں کے لیے

جتِ دین ہے، خصلتِ مصطفیٰ
ہے براۓ عمل سیرتِ مصطفیٰ

دیکھ کر کے محمدؐ کے کردار کو
دشمنوں نے بھی کی مدحتِ مصطفیٰ

ان کے صدقے میں دنیا کو پیدا کیا
باعثِ فخر ہے بعثتِ مصطفیٰ

حشر میں ہو کے خوش یہ پکاریں گے سب
آگئے آگئے حضرتِ مصطفیٰ

مرتبہ دین میں ہے یہی آپ کا
شرط ایمان ہے عظمتِ مصطفیٰ

ایک انساں کہاں ان کے شایان شاں
جو بیاں کر سکے مدحتِ مصطفیٰ

پایا معراج کا بھی انہوں نے شرف
سب سے ممتاز ہے رفعتِ مصطفیٰ

مقید دوستوں انسانیت تھی قید خانے میں
دیا درس محبت آپ نے ایسے زمانے میں

دیا ایسا سبق ہمسایگی کا اور اخوت کا
ہوئی تبدیل نسلوں کی عداوت دوستانے میں

بشارت دختروں کی پرورش پے تو نے فرمائی
ستانا بیٹیوں کا عام تھا جب ہر گھرانے میں

تعاقب میں نبی کی ثور تک پہنچے تو کیا دیکھا
کہیں جائے، کہیں بیٹھے کبوتر آشیانے میں

غرض تصحیح نیت ہے تصوف میں ونطائف سے
بجز کچھ بھی نہیں ہے دوستوں پڑھنے پڑھانے میں

نبی کے در سے رہ کے دور جینا کوئی جینا ہے
وطن ہے جسم کا ہند روح کا مسکن مدینہ ہے

ہے بہتر خاک اس در کی جہاں کے لعل و گوہر سے
دہاں کا سنگ ریزہ بھی ہر اک مانو نگینہ ہے

وہ جس کی زندگانی میں ہمیشہ فقر فاقہ ہے
اسی کے پاؤں کے نیچے دو عالم کا خزینہ ہے

نہیں ہے مشک و عنبر میں، نہیں ہے گلشنِ گل میں
مرکب نگہت گل سے سوا ان کا پیغماہ ہے

حافظت سے ذرا کشتی کنارے پر لگا دینا
اڑے طوفاں غلامِ محمد کا سفینہ ہے

احسان مند آپ کے بس انس و جاں نہیں
صدقة نبی کے فیض کا بولے کہاں نہیں

محبوب کبریا کا وہ اعلیٰ مقام ہے
وہم و گمان کی بھی رسائی جہاں نہیں

کہتے تھے دم بریدہ جو میرے رسول کو
ان کا ہی آج دہر میں نام و نشان نہیں

یورپ ہو ایشیا ہو کہ پھر کوئی دیپ ہو
”آقا“ کے نام لیوا بتاؤ کہاں نہیں،

دنیا کو خیر چھوڑیے، دنیا کی بات کیا
خالی نبی کے ذکر سے تو آتاں نہیں

دونوں جہاں میں لاٹ صد افتخار ہے
”سرکار کے غلاموں میں جس کا شمار ہے“

جس کو ہو انہماک درود سلام سے
اس کو محیط رحمت پروردگار ہے

جس کو نبی کے در کی گدائی نصیب ہے
دولت جہاں کی اس کے لیے کب وقار ہے

سیراب کاش ہو مری پیاسی نگاہ پھر
آنکھیں ہیں منتظر مری، دل اشک بار ہے

یارب نکال پھر کوئی صورت وصال کی
طیبہ کی ریگزر کا مجھے انتظار ہے

اعمال سو بھی آپ کے ہوتے ہیں رو برو
یہ سوچ کر نثار بہت شرمدار ہے

دنیا ہے ایسی چیز کہ فتنہ کہیں جسے
 آقا کی ذات ایسی ہے اپنا کہیں جسے
 جو ہو گیا شہید نہ مردہ کہو اسے
 یہ لفظ ناروا ہے کہ مرننا کہیں جسے
 سیدھا نبی پاک کی بُنْت کے مساوا
 ایسا کوئی نہیں کہ رستہ کہیں جسے
 کافی ہے روز حشر میں تیری نجات کو
 وہ ایک باقیول کہ سجدہ کہیں جسے



بھٹکے انسان کو رب سے ملوا دیا

راستہ تو نے جنت کا بتلا دیا

رہبری کے لیے لاکے قرآن دیا

اے شفیع الامم خاتم الانبیا

ہر طرف ہے اجالا ترے نور سے

مٹ گیا ہے اندھرا ترے نور سے

ماہ خورشید نے تجھ سے پائی ضیا

اے شفیع الامم خاتم الانبیا

تیرے صدقے میں پیدا ہوئے ہیں جہاں

تو نہ ہوتا نہ ہوتے زمیں آسمان

سب سے پہلے تجھے رب نے پیدا کیا

اے شفیع الامم خاتم الانبیا

ظلمتوں کا اندھرا تھا چھایا ہوا

راہ بھٹکے ہوئے تھے نہ تھا کچھ پتا

تو نے خالق سے بندوں کو ملوا دیا
اے شفیع الامم خاتم الانبیا

سب رسولوں میں افضل تری ذات ہے
سارے نبیوں سے بہتر تری بات ہے

اقتنا میں تری سب نے سجدہ کیا
اے شفیع الامم خاتم الانبیا

دشمنوں نے ستایا تمہیں ہر طرح
وقت نے آزمایا تمہیں ہر طرح

زخم کھائیں مگر دین پھیلا دیا
اے شفیع الامم خاتم الانبیا

فیصلہ دیکھ لیجئے ہے قرآن کا
خود خدا ہے شنا خوان تری شان کا

ذکر ہم پر محمد کا واجب کیا
اے شفیع الامم خاتم الانبیا

بعد از خدا سبھی سے اونچا مقام تیرا
ممتاز دو جہاں میں سب سے ہے نام تیرا

تیری ہی ذات وجہہ تخلیق دو جہاں ہے
صدقة ہر ایک شے ہے خیر الانام تیرا

الفاظ منقبت جو شایان شاں ہو تیرے
لائے کہاں سے ایسے آقا غلام تیرا

کہنے کو تو بشر ہے، یہ بات پچ ہے لیکن
اللہ ہی جانتا ہے، کیا ہے مقام تیرا

تیری تمام سیرت، قصہ فقط نہیں ہے
حجت ہے دیں کے اندر اُسوہ تمام تیرا

کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے
جو کچھ ہمیں ملا ہے صدقہ تمام تیرا

قسمت پہ ناز اپنی، جتنا کریں وہ کم ہے
وہ خوش نصیب جن کو پہنچے سلام تیرا

اس دل کو نارِ دوزخ ہرگز نہ چھو سکے گی
محفوظ ہوگا جس میں یارب کلام تیرا



جس دل میں خدا کی یاد نہیں
مردہ ہے وہ زندہ باد نہیں

جس دل میں نبی کا پیار نہ ہو
دیران ہے وہ آباد نہیں

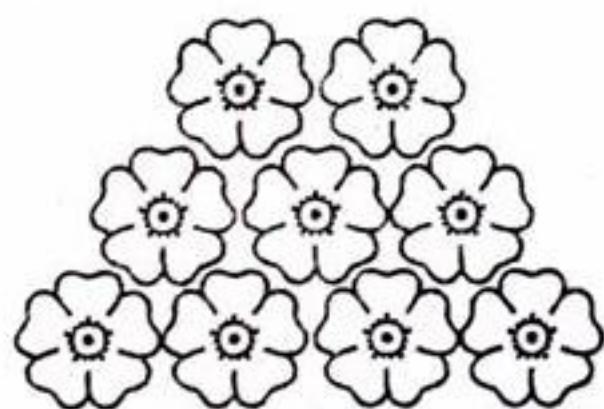
کر کے جو گناہ خوش ہوتا ہے
رنجور ہے وہ دل شاد نہیں

ایمان نہیں ہے جس دل میں
پھر کیا ہے اگر بر باد نہیں

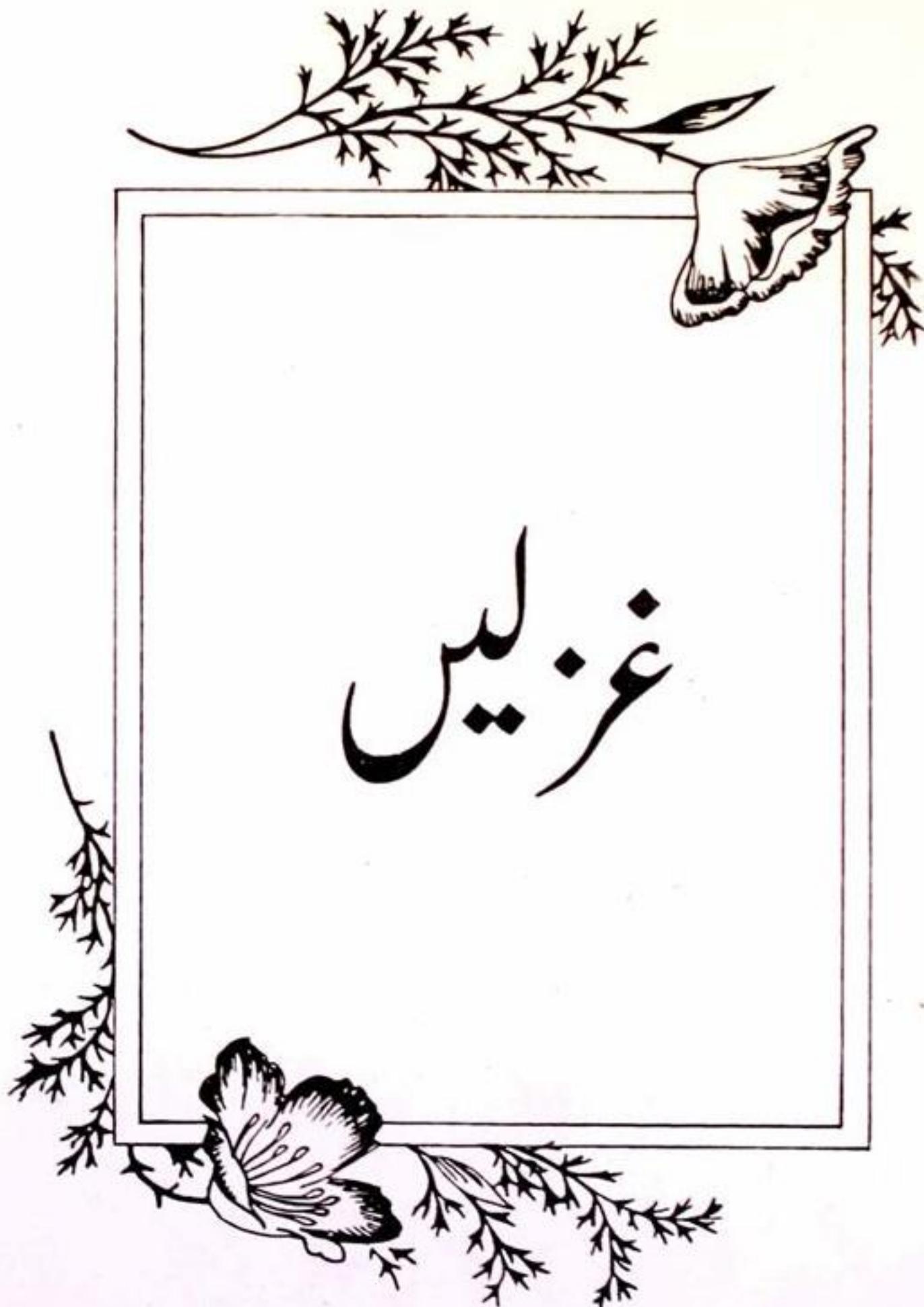
کہنے کو مسلمان ہیں لیکن
افسوس ہے کلمہ یاد نہیں

اس گھر کی فکر بھی ہے تجھ کو
کام آنی جہاں فریاد نہیں

خوشیاں بھی ہیں لامحدود وہاں
 غم کی بھی کوئی میعاد نہیں
 ہر چیز سخر ہے جس کی
 انساں ہے وہ شمشاد نہیں
 ہے کون نثار اس دنیا میں
 وہ جس کی سنے فریاد نہیں



غزیں



ضائع بداع

مکسور الحرفین

یعنی جس میں سب حرف زیر وا لے ہوں

حر تیر دید یہ بھی دیکھئے
کتنے دل اک تیر نے بعمل کئے

تھی دل دلگیر اتنی بے حسی
سم جتنے بھی ملے تھے پی لیے

یہ بھی دیدے یہ بھی دیدے یہ بھی دے
جیتے جی جتنے بھی لینے لیجئے

کس لیے پہ زیست اتنی فکر کی
جس نے جتنے دن تھے جینے جی لیے

پچھے پچھے نیند مثل تنع تھی
پھر بھی تھے بے فکر کتنے دیکھئے

مفقود النقات یا غیر منقطعہ

یعنی جن الفاظ پر نقطہ نہ ہو

آدمی آدمی کا مددگار ہے

آدمی سارے عالم کا سردار ہے

اس کا اللہ کے در سے ہے واسطہ

اور معاصی کا اس سے سردار ہے

آدمی ہر طرح سے ہر اک دور کار

دھر کے سارے کاموں کا معمار ہے

سارے عالم کا روح روای آدمی

ہر کسی کا ہمدر، سالار ہے

کام سارے اسی کے سہارے سے کر

اس کے ہی حکم کا اصل کردار ہے

دل سے کر دور درد و الم اے الہ

لاسہاروں کا مولا مددگار ہے

تحت النقاط

یعنی جس میں کسی حرکت کے اوپر نقطہ نہ ہو

راہ چل گھبرا رہا ہے کس لیے
راہ بربراہ پر لے لیجئے

راہی کوئے عدم کے واسطے
آئیے مل کر دعائیں کیجئے

آج کل کیسا یہاں ماحول ہے
ہر کوئی بہکا ہوا ہے بے پئے

چل رہے ہیں آج کل بیمار وہ
اے مسیحا کچھ مداوا کیجئے

آکے سائل در پہ یون گویا ہوا
کر بھلا، ہوگا بھلا، کچھ دیجئے

فوق الحركات

یعنی جن حروف پر او پر حرکت ہو

ڈر، خدا کا خوف پیدا کر بشر
 تو مسلمان خود کو کہتا ہے اگر
 سر جھکا کر حکم کا سامان کر
 حب کا دعویٰ تو کرتا ہے اگر
 ہو اگر ٹھوکر کا خطرہ سر بسر
 ہر قدم پر رکھ سدا چوکس نظر
 پشت پر ہو ہاتھ گر اللہ کا
 کیا خطرہ اس کو اور کیا ہے ڈر
 سامنا کرنا ہے اس شداد کا
 ساتھ چلنا ہے اگر تو بات کر

فوق النکات

یعنی جن حروف پر اور نقطے ہوں

ہے غمِ دوراں تری ظاہر صفات
ہم نے رو رو کر گزاری ساری رات

لو ساتا ہوں سنو اے دوستو
نام ہے اس صنف کا فوق النکات

نقص کوئی اور کوئی خامی نہ ہو
اس طرح کی ذات ہے مولا کی ذات

زخمِ دل اس کو دکھانا ہے فضول
سنگِ دل انسان ہے کھاؤ گے مات

فرض تو اللہ کا اک قرض ہے
مت کرو اے مومنو ترک صلوٰۃ

مضموم الحرفین

یعنی جن حروف پر پیش ہو

خوب رو تم ہو سرخرو تم ہو
جستجو تم ہو پھول دوں تم کو

گفتگو تم ہو خوش گلو تم ہو
تم تو اردو ہو چوم لوں تم کو

گل ہو بلبل ہو بو ہو جو تم ہو
تم تو خوشبو ہو سونگھ لوں تم کو

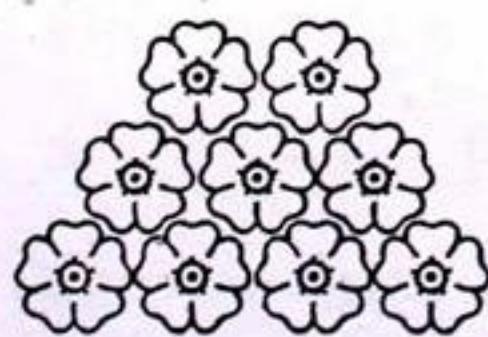
جھوٹ موث اول فول خود بولوں
تم جو بولو تو ٹوک دوں تم کو

تم جو دو ٹوک دوستو بولو
ہو تو ہو دکھ لو چھوڑ دوں تم کو

منفرد الحرفین

یعنی ہر حرف علیحدہ

آ ذرا دل دار دل آزار آ
 رک ذرا اے درد دل اب رک ذرا
 رات دن زر اور دے زر اور دے
 اے دل آزار ڈر اب رب را
 واہ رے اے رازندارانِ ادب
 ذوق، درد، د داغ اردو لا ادا
 رکھ ذرا ورد درود اے روزہ دار
 اور اب اوراد لازم رکھ ذرا
 لاج اس روز ازل اس دور دی
 رکھ ذرا اولاد آدم رکھ ذرا



بلندی پر پہنچنا ہے تو پیدا خاکساری کر
بڑا بن نے کی خواہش ہے تو عجز و انکساری کر

اگر ہنس نے کی خواہش ہے تو عادت ڈال رونے کی
سکوں درکار ہے تجھکو تو پیدا بے قراری کر

سر تسلیمِ خم کر دے مزاجِ یار کے آگے
جو لازم چیز ہے اسکو نہ ثابت اختیاری کر

برائی کرنے والوں کو تو ہنس کر درگزر کر دے
خوشامد کرنے والوں سے تو ظاہر ناگواری کر

یقیناً نارِ دوزخ سرد ہوگی چند قطروں سے
ندامت سے ذرا گردن جھکا کر اشک باری کر

فقط آگے نظر رکھے میں گر جانیکا خطرہ ہے
تو پیچھے دیکھ کر چلنے کی ناداں ہوشیاری کر

یہ دیوانوں کی دنیا ہے عجب بات ہے اسکی
سکونِ قلب کو پوچھا تو بولے آہ و زاری کر

زمانے کو گلہ ہے میں تمہارا نام لیتا ہوں
دیارِ غیر میں دامن تمہارا تھام لیتا ہوں

جہاں سب اہلِ محفل دست و کش ہوں جام و مینا سے
میں بڑھ کر ہاتھ میں اس دم تمہارا جام لیتا ہوں

تمہی منزل ہو میری اور میری جتھو تم ہو
سرِ محفل منانے کا تمہیں الزام لیتا ہوں

نہ جانے کب تک چلنا پڑے منزل کو پانے میں
ٹھہر جا اے دلِ ناداں ذرا آرام لیتا ہوں

جہاں ہر آدمی محو سرورِ جام و مینا ہو
میں ایسے میں تصور سے تمہارے کام لیتا ہوں

تمہیں پانے کی خواہش رات دن دل میں محلتی ہے
میں رو رو کر تمہارا نام صبح و شام لیتا ہوں

یہ دنیا تنگ نظری کا مجھے الزام دیتی ہے
تمہاری وسعت قلبی کا جب بھی نام لیتا ہوں

دیکھ لینا امن اس دن جا بجا ہو جائے گا
چ کو چ کہنے کا جس دن حوصلہ ہو جائے گا

بے رخی تیری زیادہ ہیں کہ میری وسعتیں
سامنے آ بیٹھ یہ بھی فیصلہ ہو جائے گا

ہے سمجھداری اسی میں وقت سے پہلے سنبھل
پھر سنبھلنا ہے عبث جب حادثہ ہو جائے گا

اپنے کاسہ سے اسے بھی کچھ عطا کر دے فقیر
اس امیر شہر کا بھی کچھ بھلا ہو جائے گا

تو حقیقت جس کو کہتا ہے سرابِ محض ہے
نیند جب ٹوٹے گی یہ سب خواب سا ہو جائے گا

تیری دہکائی ہوئی اس آتشِ نمرود میں
عزمِ ابراہیم کیا جل کر فنا ہو جائے گا

زندگی کیا ہے نثار اک پرزا قرطاس ہے
جو قضا کے ایک جھونکے سے ہوا ہو جائے گا

راہی کوئے عدم کا بھی عجب انداز ہے
توتِ جنبش نہیں پر طاقتِ پرواز ہے

جب پکارا چل دیئے سب آب و دانہ چھوڑ کر
کس قدر مانوس یہ صیاد کی آواز ہے

سامیت کی وہاں اے دل کوئی قیمت نہیں
گر شکستہ ہے تو ان کی پنجم میں اعزاز ہے

وادیٰ تقدیر میں جانے سے پہلے سوچ لے
اک اندھیرا راستہ ہے اور خدائی راز ہے

زندگی دو چار دن ہے جاویدانی تو نہیں
کس لئے طول امل پھر کس لئے انماز ہے

گیسوئے رنگت گری سے کیا جواں ہو جائیگا
پرشکن چہرہ تو خود ہی عمر کا غماز ہے

خواہشیں اتنی کہ کم پڑ جائیں گے کہ سار بھی
اور اعضا مضمحل ہیں کانپتی آواز ہے

وقت جب سازگار ہوتا ہے
 حسن انجام کار ہوتا ہے
 جس سے توقیر ہو زمانے کی
 کام وہ بار بار ہوتا ہے
 سعی ہر کامیاب ہوتی ہے
 ہر جگہ روزگار ہوتا ہے
 کامیابی تجھی تو ملتی ہے
 خود پر جب اعتبار ہوتا ہے
 عزم انساں میں گر مصمم ہے
 راستہ آشکار ہوتا ہے
 ہو کے عاجز جو بیٹھ جاتا ہے
 رنج اس پر سوار ہوتا ہے
 لوگ اس کو پسند کرتے ہیں
 جو تواضع شعار ہوتا ہے

وہ جب سامنے بے حجاب آگیا ہے
تو پُر جوش اک انقلاب آگیا ہے

ئی اک تصور کی دنیا بنے
حسیں اک نگاہوں میں خوب آگیا ہے

اگر ان سے کوئی تعلق نہیں ہے
تو پلکوں کے کیوں زیر آب آگیا ہے

سنجل اے سکوں خیر تیری نہیں ہے
وہ قاتل دل دار باب آگیا ہے

تمنا جواں وصل محبوب گر ہے
تو پھر موت پر بھی شباب آگیا ہے

سکون جگر غم میں تبدیل کر کے
وہ کمجخت خانہ خراب آگیا ہے

سقوط بغراو

آج پنجے میں ہے دنیا جبر استبداد کے
 ہر کوئی زیر اثر ہے مغربی شداد کے
 لاکھ چھینی حامی انسانیت دنیا مگر
 گھونپ ڈالا اس نے خخبر قلب میں بغداد کے
 بے گناہوں کا جہاں میں خوں بہانے کے لیے
 صرف جوہر کر دیے سب اپنی استعداد کے
 داستانِ ظلم پھر اک بار دہرانی گئی
 نقش پر چلتے ہوئے پھر آبا و اجداد کے
 پہاں خود غرضی تری آباد کاری میں ہے بش
 سم قاتل ہیں سمجھی وعدے ترے امداد کے
 ہو گئی وہ سلطنت مفلوج دنیا میں نثار
 جس نے بھی دیکھا اسے لاچ میں استمداد کے

حوادث اور مصائب پیش گر آئیں تو کیا غم ہے
ہمارے سامنے اسلاف کا عزم مصمم ہے

یقیناً زیر ہو جائے گا باطل گر مقابل ہو
اگر تقویٰ طہارت اور شوق دید پر نم ہے

تلاشِ امن کا کیوں غیر کی را ہوں میں ہے کوشش
صراطِ محسنِ انسانیت کیا آج کچھ کم ہے

ذلیل و خوار ہو جائے گا گر بھٹکا زمانے میں
ہیں گر ثابت قدم ترے، ترے قدموں میں عالم ہے

نہ کر غم کثرت مد مقابل سے تو گھبرا کر
اعانت کو فرشتے آئیں گے گر آہ میں دم ہے

نہیں ہے منحصر کثرت پہ شرط کامیابی بھی
یہ لشکر تین سو تیرہ ہے وہ دس صد سے کچھ کم ہے

شکلیں ہیں کچھ جہان میں انسان کی طرح
سیرت میں ہیں مگر وہی شیطان کی طرح

انسان ہے تو راہ بھی انسانیت کی چل
پھرتا ہے کیوں جہان میں حیوان کی طرح

عزت تمہیں ملے گی عزت کی گر ہے خواہش
غیروں سے پیش آؤ مہمان کی طرح

طرز حیات تجھ کو دی ہے خدا نے کامل
سنن رسول بھی ہے قرآن کی طرح

بے دارگی کا اپنی کچھ تو ثبوت دیدے
کب تک پڑا رہے گا تو بے جان کی طرح

مایوس ہو کے بیٹھنا قطعاً فضول ہے
باطل کا کر مقابلہ حکم رسول ہے

طالب ہے نصرتوں کا مساجد میں بیٹھ کر
اور کہہ رہا ہے اس پر توکل، یہ بھول ہے

سامانِ حرب بھی ہو توکل خدا پہ ہو
میدانِ کارزار کا پہلا اصول ہے

انصافِ مانگنے سے ملے گا نہیں یہاں
انصاف کے لیے ہمیں لڑنا قبول ہے

لگ جائے جس جگہ وہاں دوزخِ حرام ہے
راہِ خدا کی ایسی مبارک یہ دھول ہے

کلفت ہے دیکھنے میں حقیقت کچھ اور ہے
پوشیدہ خار زار میں رفتت کا پھول ہے

آگیا موسم چناؤی ہر طرف اک شور ہے
جس کسی سے پوچھئے، کہتا ہے اپنا زور ہے

پھر حسیں خوابوں کی دنیا میں بسانے کے لیے
جھوٹ پر مبنی سبھی وعدوں کا لیکن دور ہے

کہہ رہے ہیں معتبر خود کو جتنے کے لیے
عبد شکنی جس نے کی ہے میں نہیں وہ اور ہے

تبصرہ ایسے مخالف پر کیا کرتے ہیں وہ
کس کی باتیں کر رہے ہو یار وہ تو چور ہے

اب کہاں ماضی کے جیسا جذبہ حب وطن
وہ زمانہ اور تھا اب زمانہ اور ہے

پیسے انسان کی آواز بدل دیتا ہے
گفتگو کرنے کے انداز بدل دیتا ہے

پیدا کر دیتا ہے یہ وصف تبدل ایسا
آدمی چیز ہے کیا ہمراز بدل دیتا ہے

علم و اخلاق ہی معیار شرف ہے لیکن
پیسے پیمانہ اعزاز بدل دیتا ہے

رہ کے مسکن پے گر حاصل جو نہیں ہو پاتا
طالب زر سوئے پرواز بدل دیتا ہے

پیسے اذہان پے حاوی اگر ہو جاتا ہے
عدل و انصاف کے پرواز بدل دیتا ہے

کبھی حالت پر اپنی ان کو حیرانی نہیں ہوتی
دلوں میں جن کے غیروں کی نگہبانی نہیں ہوتی

جنہیں تقدیر پر اپنی سدا کامل یقین ہوگا
انہیں دنیا کی قلت سے پریشانی نہیں ہوتی

اسی سے حاجتیں منسوب کر دے دین و دنیا کی
کہ جس سے مانگ کر دل کو پشیمانی نہیں ہوتی

بہت سے وجہہ باقی جہاں ایسے بھی ہوتے ہیں
جہاں میں جن کی شکلیں جانی پہچانی نہیں ہوتی

سر تسلیم خم کر پیش احکام خداوندی
شریعت میں ارے نادان من مانی نہیں ہوتی

شدت کرب سوا ہوتی ہے یاد آنے سے
کرنہ مایوس اے ساقی مجھے مہ خانے سے

دل شکستہ ہو نکل پڑتے ہیں اکثر آنسو
مے ٹپک جاتی ہے ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

حال دل اپنا زمانے کو سنائیں کیسے
درد الفت سمجھ آتا نہیں سمجھانے سے

اس کو محسن میں کہوں یا کہ ستم گر کہہ دوں
مسک نام ہیں دونوں میرے افسانے سے

اتنے ہوتے نہ زمانے میں بخن در پیدا
در دل کی جو دوا ملتی جو شفا خانے سے

بتانے کے لیے رستہ کوئی رہبر نہ آئے گا
 ڈرانے کے لیے اب کوئی پیغمبر نہ آئے گا

نصیحت مان لے قرآن کی اس میں بھلائی ہے
 بتانے کے لیے اب کوئی خیر و شر نہ آئے گا

غنیمت جان ہر ساعت بسر کر یاد باری میں
 عبادت کے لیے ایسا حسین منظر نہ آئے گا

بنایا جس نے انسانوں کو انسانِ حسن سیرت سے
 زمانے میں کبھی بھی ایسا انساں گر نہ آئے گا

شار ان کا طریقہ ہی فقط راہ ہدایت ہے
 قیامت تک بھی کوئی دوسرا رہبر نہ آئے گا

فلسفہ کیا ہے محبت کا سمجھ پایا نہیں
”زخمِ تیغِ عشق جس نے نہ کے ظفر کھایا نہیں“

ہوش سے جس نے لیا ہے کامِ راہِ عشق میں
زندگی میں وہ کبھی انسان پچھتا یا نہیں

بے وفائی کا اسے الزام دینا ہے فضول
خود ہنرِ دل جیت لینے کا مجھے آیا نہیں

زندگی بھر جتجو کرتا رہا دنیا کی میں
اور خیالِ آخرت دل میں کبھی لا یا نہیں

جان آتی ہے ہر اک اعمال میں اخلاص سے
کیا بزرگوں نے کتابوں میں یہ فرمایا نہیں

کم کر رہا ہے فاصلہ ہر دم وصال کا
 رشتہ اجل سے ہو گیا پختہ خیال کا
 چاہا اگر خدا نے تو دشوار کچھ نہیں
 دینا جواب قبر میں اک اک سوال کا
 ہے پل صراط سخت بھی آسان بھی بہت
 اعمال پر مدار ہے ہر اک کی چال کا
 ناکام کوئی ہو گا کوئی ہو گا کامیاب
 ”جو دن کمال کا ہے وہی ہے زوال کا“
 نعمت تمام بیچ نظر آئیں گی اسے
 دیدار ہو گا جس کو وہاں ذوالجلال کا

دل سے دعا ہے بارگہ کردگار میں

امن و سکون تم عطا ہو مزار میں

تم کو پتا چلے گا تو تم کانپ جاؤ گے

جو ہو رہا ہے آج تمہارے دیار میں

جس ملک کی بقا پہ تمہیں ناز تھا بہت

وہ ملک ہونے والے ہے تقسیم چار میں

عالیٰ جناب آج فرادوں کا دور ہے

صدہا شہید ہوتے ہیں اک ایک بار میں

بیٹا گیا تھا گھر سے، تو لوٹا نہ آج تک

رو رو کے ماں کی عمر کٹی انتظار میں

محفوظ بہن بیٹیوں کی عصمتیں نہیں

شیطان صفت جو لوگ بے ہیں حصار میں

یہ ہے ستم ظریفی حالات اے شا ر

”دو گز زمیں بھی مل نہ سکی کوئے یار میں“

آج بھٹکے ہوا انسان نظر آتا ہے
اپنی منزل سے بھی انجان نظر آتا ہے

جو بزرگوں سے وراثت میں ملا تھا ہم کو
گم شدہ آج وہ سامان نظر آتا ہے

ہر طرف عدل کی باتیں تو بہت ہوتی ہیں
پھر بھی انصاف کا فقدان نظر آتا ہے

یہ در غیر پہ سجدے میں جبیں ہے کس کی
دیکھنے میں تو مسلمان نظر آتا ہے

اس نے صیاد کے مقصد کا جلا بخشی ہے
وہ جو گلشن کا نگہبان نظر آتا ہے

اس نے ماں باپ کی خدمت نہیں کی ہے شاید
وہ جو اک شخص پریشان نظر آتا ہے

وقت آنے پہ حقیقت کا پتا چلتا ہے
مہرباں یوں تو ہر انسان نظر آتا ہے

دنیا میں اے مسلمان رہنا ذرا سنبھل کے
سی، آئی، اے لگی ہے حلیہ بدل بدل کے
مانا کہ دیں تمہارا ہے امن والا لیکن
دنیا سمجھ رہی ہے ظالم تمہیں ہو کل کے
محاط رہنا ہوگا تجھ کو ہر اک قدم پر
سر گرم ہو رہا ہے موساد اب نکل کے
مانوس کر لے اپنے کردار سے جہاں کو
اسلاف کے قدم پر تو صبح و شام چل کے
اسلام میں ہی مضر تکمیل زندگی ہے
لیکن نہیں سمجھتے عاقل یہ آج کل کے

ہر شخص کمیں ہے کوئی راگیر نہیں ہے
یہ ملک کسی ایک کی جاگیر نہیں ہے

ہے زیست کے ہر شعبے میں تفریق نمایاں
اسلاف کے خوابوں کی یہ تعبیر نہیں ہے

بندش ہے اذانوں پ، نمازوں پ نظر ہے
آزاد وطن کی تو یہ تصویر نہیں ہے

عورت کی حفاظت کے نگہبان ہے لیکن
پرده کے مخالف ہیں یہ تعزیر نہیں ہے

مظلوم مسلمان کو جو انصاف دلا دے
کالم میں کہیں آج وہ تحریر نہیں ہے

معمارِ وطن کون ہے اس دلیں کی شاہد
صدھا ہیں، کوئی ایک دو تعمیر نہیں ہے

کیا راز میرا افشا، مرا راز دار بن کے
 دے غم ہزار اس نے میرا غمگسار بن کے
 کبھی خاکسار بن کے، کبھی اشک بار بن کے
 مجھے رنج دے رہا ہے میرا بار بار بن کے
 میں یقین اس کے اوپر میاں کس طرح نہ کرتا
 وہ دغا بھی دے رہا تھا مرا اعتبار بن کے
 کوئی کیا سمجھ سکے گیا بھلا یہ فریب کاری
 مجھے ہر جگہ ستایا بڑا ہوشیار بن کے
 کیا اس طرح سے اس نے مرا اعتماد حاصل
 رہا ساتھ میرے ہدم مرا جانثار بن کے

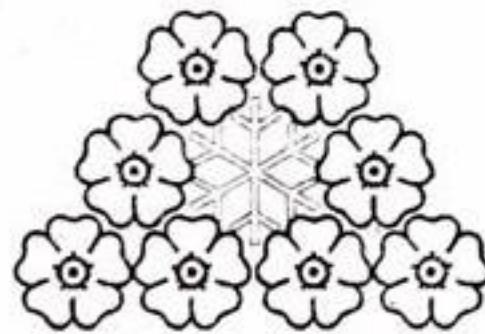
پستی کی آج ہم کو شکایت تو عام ہے
تمدیر اتفاق کی لیکن حرام ہے

ہر کوئی فکر مند سا لگتا تو ہے مگر
تنقیص سب کا مشغله اور صبح و شام ہے

تنقید سے تو بات بنی ہے نہ بن سکے
تعمیر ہی وہ چیز ہے جس کو دوام ہے

جو دوست کش ہوا وہی محروم رہ گیا
دوست دراز کے لیے مینا و جام ہے
منزل کو اپنی کس طرح پائیں گے وہ، جنہیں
اقدام سے گریز ہے، باتوں سے کام ہے

وہ قوم سرخرو ہوئی جو متحد ہوئی
 دنیا میں اس کے واسطے اعلیٰ مقام ہے
 افسوس ایک قوم کو رہبر نہ مل سکا
 کہنے کو قائدوں کا نیہاں ازدحام ہے
 انسانیت کا درد ہو جس میں چھپا ہوا
 وہ اے نثار باعثِ صد احترام ہے



کسی کو مشورہ دینا بہت آسان لگتا ہے
 محبت کو جنوں کہنا بہت آسان لگتا ہے
 بذاتِ خود عمل کرنا بہت دشوار ہے لیکن
 فقط تقيید کر دینا بہت آسان لگتا ہے
 تمہارے عباد و پیام پر بھلا کیسے یقین کرتے
 تمہیں کہہ کر مکر جانا بہت آسان لگتا ہے
 نمازوں کا ادا کرنا بہت دشوار ہے لیکن
 گناہوں کا انہیں کرنا بہت آسان لگتا ہے
 جو مومن ہیں، خدا کا خوف جن کے دل میں ہوتا ہے
 انہیں ذکر خدا کرنا بہت آسان لگتا ہے
 شہادت کی فضیلت کا اگر ادراک ہو جائے
 خدا کی راہ میں مرنा بہت آسان لگتا ہے

عدواتِ دل میں رکھتے ہو زبان پر پیار، کیا مطلب؟
کبھی نفرت، کبھی افت کا ہے اظہار، کیا مطلب؟

چلو ہم مان لیتے تمہیں کو رازدار لیکن
کرو ہو راز کو افشا سر بازار، کیا مطلب؟

ابھی تو ٹھیک سے بیٹھے نہیں، جانے کی جلدی ہے
اچانک لوٹ کر جانے کا ہے اے یار، کیا مطلب؟

جو تھک کر بیٹھ جاتا ہے، اسے مغلوب کہتے ہیں
مسلسل جہد جو کرتا ہے اس کی ہار کیا مطلب؟

حصولِ علم کی خاطر تو ضربیں سہنی پڑتی ہیں
غرضِ اصلاح ہوتی ہے فقط آزار، کیا مطلب؟

حوادث ذہن و دل پر جب اثر انداز ہوتے ہیں
شکستہ حال ہو جاتے ہیں جو جاں باز ہوتے ہیں

تمنا یوں تو کرتے ہیں بلندی کی سبھی لیکن
پہنچتے ہیں وہی جو مائل پرواز ہوتے ہیں

معاصر سے چھپانا بھی ضروری جن کا ہوتا ہے
بہت سے زندگی میں اس طرح کے راز ہوتے ہیں

یقیناً کامیابی چوم لیتی ہے قدم ان کے
جو انساں متعدد ہوتے ہیں ہم آواز ہوتے ہیں

حریفوں سے برے اوقات میں شکوہ گلہ کیا ہے
وہ پنج کر کے نکل جاتے ہیں جو ہمراز ہوتے ہیں

تقویٰ کا طریقت میں حاصل اللہ سے ڈرنا ہوتا ہے
دامن کو بچا کر کانٹوں سے محفوظ نکلنا ہوتا ہے

اخلاق رذیلہ انساں کے بے روح عمل کر دیتے ہیں
برسون کی ریاضت سے آسان اس راہ پہ چلنا ہوتا ہے

دشوار تو ہے منزل لیکن درکار عزم ہوتے ہیں
سالک کو میاں اس رستے میں گرگر کے سنبھلنا ہوتا ہے

ہر راہ کو طے کرنے کے لیے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے
تقلید سے کامل رہبر کی منزل پہ پہنچنا ہوتا ہے

ظاہر کی صفائی کی خاطر کچھ خاص ذرائع ہوں جیسے
ضربوں کی حرارت سے ممکن اس دل کا نکھرنا ہوتا ہے

زندگی اک حسین خواب بھی ہے
یہ مسرت بھی عذاب بھی ہے

دونوں پہلو ہیں اس میں پوشیدہ
یہ حقیقت بھی ہے سراب بھی ہے

زندگی رب کی اک امانت ہے
صرف کرنے کا کچھ حساب بھی ہے

علم اک روشنی ہے، رستہ ہے
علم سب سے بڑا حجاب بھی ہے

عمر کتنی طویل ہو لیکن
مثل اک ناتواں حباب بھی ہے

شرم آنکھوں میں بھی ضروری ہے
گرچہ رخ پہ پڑا نقاب بھی ہے

انھیں غیرت کبھی آئی نہیں ہے
جنھیں کچھ فکرِ رسوائی نہیں ہے

تمہاری یاد سے بے فکر ہو کر
طبعت ہم نے بہنگلائی نہیں ہے

سمجھتے تھے جنھیں ابل بصیرت
ہیں کوئی چشم، بینائی نہیں ہے

ہزاروں بار منزل دیکھ کر بھی
جنھیں منزل نظر آئی نہیں ہے

نہ خود غرضوں کا مجھ سے حال پوچھو
مری ان سے شناسائی نہیں ہے

ہے مادیات تک فکر و تدبر
یہ نادانی ہے داناٹی نہیں ہے

کشمکش میں زندگانی کی خدا کو یاد کر
دل کی یہ ویران دنیا ہے اسے آباد کر

کذب گوئی، عہد شکنی، بعض و کینہ اور حسد
ذہن و دل کو ان برمی عادات سے آزاد کر

کیا تعجب ہے پشمنی کا بن جائے سب
اس لیے کم ظرف لوگوں سے نہ تو فریاد کر

جتنجھوئے خیر کر، باقی خدا پر چھوڑ دے
دل کو اپنے ناگہانی غم سے مت ناشاد کر

زندگی تیری ہے، سرکاری نہیں ہے مت اسے
کارپوریشن کے پانی کی طرح برپا کر

تم میں طاقت نہیں اور ہاتھ میں جنگش نہیں
پھر بھی سیاست سے پرہیز کی کوشش نہیں

سرخروئی دین و دنیا کی فقط درکار ہے
اس سے زائد اور کچھ یارب میری خواہش نہیں

جائے تو لے لیا لیکن عمل سے دور ہیں
کیسے کہہ دوں اس میں پوشیدہ کوئی سازش نہیں

تم نہ چاہو تو نہ دینے کے بہانے لاکھ ہیں
دینا چاہو تو کوئی آئین میں بندش نہیں

کیوں میاں مخصوص کرتے ہو فقط کشمیر سے
کو نسا خطہ ہے دنیا میں جہاں شورش نہیں

کیا عجب ہے کبر تجھ کو دربدار رسوا کرے
سر بلندی تجھ کو مل جائے گی گر ناہش نہیں

کیوں گلہ بر بادیوں کا ہے زمانہ سے نثار
یہ تو بدله ہے ترے اعمال کا سازش نہیں

ہاں زندگی تلاش کئے جا رہا ہوں میں
 جینے کی آرزو میں جئے جا رہا ہوں میں
 کس نے کہا میں تشنہ لبی کا شکار ہوں
 اشک غم حیات پئے جا رہا ہوں میں
 اے وقت میرے صبر کا اب امتحان نہ لے
 کب سے خراج جاں کا دئے جا رہا ہوں میں
 مایوسیاں، اداسیاں، رسوایاں مجھے
 حالات دے رہے ہیں، لیے جا رہا ہوں میں
 ان کا یہ کام ہے کریں دامن کو تار تار
 اور میرا کام یہ ہے کہ سے جا رہا ہوں میں
 باطل کے رو برو جو صداقت بیاں کرے
 اس شخص کو تلاش کئے جا رہا ہوں میں
 انصاف تو ضرور ملے گا یقین ہے
 دل کو فقط یہ آس دئے جا رہا ہوں میں

مزاج دلبر کا پوچھنا کیا، گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
ابھی تھا اپنا، ابھی پرایا، گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

نہ فکر گلشن کی باغبان کو جو تجھ کو کرنا ہے اس کو ہاں کر
بہار موسم ہے سوچتا کیا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

وہ جن کا دعویٰ ہے رہنمائی، عمل سے کرتے ہیں جگ ہنسائی
زبان دانی کا پوچھنا کیا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

وہ جب سے پیاں شکن ہوا ہے ہمارا رستہ جدا جدا ہے
ہے اس کی فطرت بدلتے رہنا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

علاج میں تو کمی نہ کرنا، ہے دستِ قدرت میں جینا مرنا
مریض غم کا مزاج ہی کیا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

خدمتِ خلقِ خدا بھی اک عبادت کام ہے
خادمِ انسانیت کا عابدوں میں نام ہے

رحم ہر ذی روح پر کرنا ہے لازم دوستوں
رحمت المعلمین کا یہ کھلا پیغام ہے

روزِ محشر میں بھلائی سے بھلا ہو جائے گا
کر بھلائی ہر بھلائی کا بھلا انجام ہے

کام جو کیجئے رضاۓ حق کی خاطر کیجئے
اجر اس کا کچھ نہیں ہے جس کا مقصد نام ہے

رحم جو کرتا نہیں وہ رحم کے قابل نہیں
اس حدیث پاک کا اطلاق سب پر عام ہے

برائے وصل تصور میں جان لیتا ہے
 کسی کے ضبط کا جب امتحان لیتا ہے
 خدا نے اس کو نظر کا کمال بخشنا ہے
 لفافہ دیکھ کے مضمون جان لیتا ہے
 وہ جان و مال حفاظت کی نذر کرتا ہے
 اگر کسی کو حصارِ امان لیتا ہے
 تو کامیابیاں اس کو سلام کرتی ہیں
 وہ اپنے ہاتھ میں جب بھی کمان لیتا ہے
 وہ جا کے اس کی ذرا طرز زندگی دیکھے
 جو نام ہو کے بہت بدگمان لیتا ہے
 جو دیکھ لے کوئی اس کو شار خلوت میں
 تبھی سے اس کو نگہبان مان لیتا ہے

ہر جگہ موقع پرستی ہے میاں
آدمی میں آدمیت ہے کہاں

خود پرستی کا یہ کیا دور ہے
بھائی بھائی سے ہوا ہے بدگماں

ہے حقیقت کچھ نظر آتی ہے کچھ
کیا وضاحت کر سکے کوئی بیاں

بدگماں اک دوسرے سے کر دیا
کس نے حائل ہو کے اپنے درمیاں

ہے زمانہ ڈھیر پر بارود کے
کیا خبر کب پھٹ پڑے آتش فشاں

اضطرابی ہر طرف ماحول ہے
کشمکش ہے خیر و شر کے درمیاں

یہاں اہل خرد کو ناقص الادراک کہتے ہیں
ہمارے شہر میں یہ کس طرح کے لوگ رہتے ہیں

پس پرده کوئی سازش نہ ہے یا تفییش ناقص
رہیں آزاد مجرم، بے گنہہ تکلیف سہتے ہیں

وہ خوش قسمت ہیں جن کی سب تمنائیں برآتی ہیں
یہاں تو دل کے ارمان آنسوؤں کے ساتھ بہتے ہیں

ہمارا ظرف دیکھو اور ان کی بے رخی دیکھو
تکلف بر طرف ان کا ہر اک الزام سہتے ہیں

نہیں پرواه زمانہ جو بھی کہتا ہے وہ کہنے دو
ہمیں جو بات کہنی ہے علی الاعلان کہتے ہیں

کسی کم ظرف پر کیے بھروسا کر لیا میں نے
 زمانہ کی نظر میں خود کو رسوا کر لیا میں نے

 گناہ خود اعتمادی کا ذرا سا کر لیا میں نے
 حقیقت جانیے خود کو تماشا کر لیا میں نے

 بڑھی جب زندگی میں تیرگی اعمال عصیاں سے
 تبھی امید و پیغم سے اجالا کر لیا میں نے

 مجھے لازم ہے اب ہر حال میں ذکر خدا کرنا
 گناہوں کے ذریعہ دل کو کالا کر لیا میں نے

 بذات خود مجھے حق تصرف ہی کہاں حاصل
 کہ سودا جب خدا سے جسم و جاں کا کر لیا میں نے

زندگی بے کیف ہے تیری عنایت کے بغیر
جسے قیمت پھول کی ہوتی ہے نگہت کے بغیر

نفس پر قابو ہے لازم کامیابی کے لیے
معرفت حاصل نہیں ہوتی ریاضت کے بغیر

سر بلندی عزت و توقیر اعزاز و شرف
غیر ممکن ہے جو حاصل ہو شرافت کے بغیر

ظلہتیں چاروں طرف تھیں، تیرگی کا دور تھا
یہ جہاں تاریک تھا شمعِ رسالت کے بغیر

شرط ہے اخلاصِ نیت ارتقا کے واسطے
ربطِ کامل غیر ممکن ہے محبت کے بغیر

اتباعِ رہبرِ کامل ضروری ہے مگر
فیضِ حاصل ہو نہیں سکتا عقیدت کے بغیر

بندگی مقصد ہو جس کی زندگی کا اے نثار
چیز کیسے آئے گا اس کو عبادت کے بغیر

گھبرا کے لفتوں سے نہ ترکِ معاش کر
کانٹوں کے آس پاس ہی گل ہیں تلاش کر

عظمت کو اس کی ابِ عقیدت سے پوچھئے
معبد میں رکھ دیا ہے جو پھر تراش کر

ہم عصر کوئی بات اگر راز کی کہیں
لازم ہے دوستوں کے نہ تو راز فاش کر

رب کے کرم سے جتنا میر ہے دیکھئے
سائل کو اپنے در سے نہ ہرگز نراش کر

جو بھی تضرع اور تواضع شعار ہیں
بہتر ہے ان کے واسطے خانہ فراش کر

چ کے خوگر ہیں برائی کے پرستار نہیں
ظلم سے بیر ہے ظالم کے طرف دار نہیں

دل میں توقیر ہے انصاف پرستوں کے لیے
ہاں مگر ظالم و جابر سے سروکار نہیں

ہر بڑے کام کا انجام برا ہوتا ہے
یہ حقیقت ہے عیاں اس سے تو انکار نہیں

دل میں انسان کے انسان سے گر پیار نہ ہو
کچھ بھی کہلا لے مگر صاحب کردار نہیں

متصرف انس سے انساں ہے سمجھ لے ورنہ
آدمی آدمی کہلانے کا حقدار نہیں

بے تکلف اس نے اظہار تمنا کر دیا
رو برو سب کے عیاں اپنا ارادہ کر دیا

محِ حرمت ہے زمانہ اس نے یہ کیا کر دیا
کام کیا اس نے کوئی سب سے نرالا کر دیا

اب رضا محبوب کی اس کو فقط مطلوب ہے
اس کی خاطر جسم و جاں کا اس نے سودا کر دیا

کشمکش میں خیر و شر کی کام یہ اس نے کیا
خیر کو اپنا لیا شر کو علیحدہ کر دیا

عزم پختہ پیش قدمی صبر و استقلال سے
انقلاب اس نے زمانہ بھر میں برپا کر دیا

جتو گئے کامیابی کی لگن دل میں لیے
نذرِ مقصد اس نے جو کچھ تھا اٹاثہ کر دیا

یہ خبر کیسی چھپی ہے آج کے اخبار میں
چیزیں مہنگی ہو گئیں، مندہ ہے کاروبار میں

یوں تو شونگ سینٹر کھوبلے گئے چاروں طرف
ہاتھ خالی ہو تو پھر رکھا ہے کیا بازار میں

ہوش میں آ، خواب غفلت میں رہے گا کب تک
تیری بربادی کے منصوبے ہیں اب اغیار میں

اکتفا باتوں پہ ہے لیکن گریزاں کام سے
وقت ضائع کر رہے ہیں آپ کیوں بیکار میں

شعر کا اک دم خلاصہ ہو ضروری تو نہیں
ہاں اشارے بھی ہوا کرتے ہیں کچھ افکار میں

کون کہتا ہے یہ تم سے ناز برداری کرو
ہاں مگر آئین کی کچھ تو وفاداری کرو


ہو گیا ظاہر تمہارا اب تضاد قول و فعل
اب دکھانے کو نہ یوں جھوٹے بیاں جاری کرو

گر نہیں اخلاص دل میں خوا مخواہ پھر شور کیوں
کیا ضروری ہے محبت میں ریا کاری کرو

جو حقیقت ہو وہ آجاتی ہے اک دن سامنے
لاکھ ناقص چیز کی تشهیر بازاری کرو

حق پرستی کا سدا اظہار ہونا چاہیے
کون کہتا ہے کسی کی تم طرف داری کرو

رشوت و نفرت، کرپشن اور جانب داریاں
ملک کے حق میں نہیں یہ دور بیکاری کرو

دل شکستہ ہو تو اے ہدم ذرا سی بات پر
آنکھیں ہو جاتی ہیں یوں پر نم ذرا سی بات پر

بات تو کچھ بھی نہ تھی بعض و عداوت کے سوا
بس تصادم ہو گیا باہم ذرا سی بات پر

ضبط کا مجھ کو بتا یہ کون سا معیار ہے
جو کبیدہ ہو گئے اک دم ذرا سی بات پر

درگزر کرنے کی عادت ہے خدا کے فضل سے
کیوں تعلق توڑ بیٹھیں ہم ذرا سی بات پر

مدتوں کی ناز برداری بھلا کر دفعتاً
ہو گئے بس آپ تو برہم ذرا سی بات پر

چلتے چلتے یہ کیسے قدم رک گئے
کیسے منزل سے پہلے ہی ہم رک گئے

داستانِ الم اتنی غناک تھی
لکھتے لکھتے ہمارے قلم رک گئے

ہاں قیادت تو تبدیل ہوتی رہی
نفرتیں مٹ گئیں یا ستم رک گئے

ان کے آنے سے انصاف زندہ ہوا
ظلوم سارے خدا کی قسم رک گئے

جیسے فرمانِ حرمت کا نازل ہوا
مے کشی سے سبھی ایک دم رک گئے

ان کو دیکھا تو نظریں یہ کہنے لگیں
اپنی منزل پہ لو آج ہم رک گئے

دنیا میں آج تک کوئی ایسا ملا نہیں
جس کو بھی اپنے بخت سے شکوہ گلہ نہیں

شاید ہی کوئی ایسا زمانے میں مل سکے
معتوب جو کسی نے کبھی کو کیا نہیں

غیروں کو مشورے تو رفو کے دئے مگر
دامن تھا تار تار خود اپنا سلا نہیں

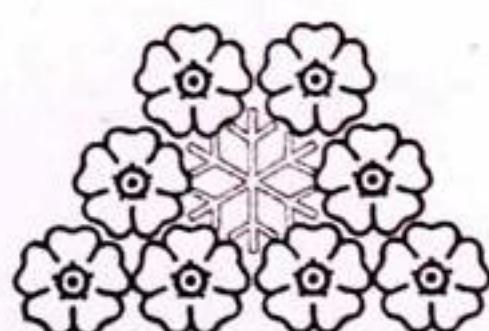
ہم رازداں کسی کو بنائیں بھی کس طرح
اب ہم کو اعتبار کسی پر رہا نہیں

تدبیر سے کبھی بھی گریزاں نہیں رہے
اور یہ کہ اجتناب توکل کیا نہیں

یہ زندگی بھی کوئی بھلا زندگی ہوئی
اپنے سوا کسی کے لیے تو جیا نہیں

روزِ جزا ملے گی، جزا کی نہ فکر کر
دنیا میں گر بھلائی کا بدلا ملا نہیں

کہتے ہیں عقل اس کی مکمل نہیں ہوئی
اوزان تجربات سے جب تک جھکا نہیں



یہ منظر آج کا کتنا حسیں معلوم ہوتا ہے
کہ اب مسرور گھر کا ہر کمیں معلوم ہوتا ہے

لبوں پر آج پوشیدہ تبسم سا یہ کیا ہے
ملی ہے زندگی شاید کہیں، معلوم ہوتا ہے

تری رحمت بہانہ ڈھونڈتی رہتی ہے بخشش کا
کمی ہے میری چاہت میں کہیں، معلوم ہوتا ہے

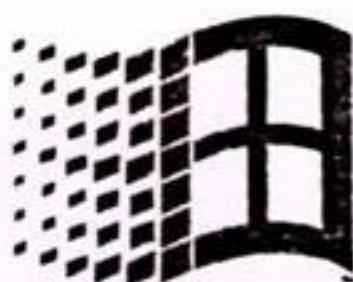
مساوات و اخوت کا اچانک تذکرہ کیسے
بڑا ہے امن میں ان کا یقین معلوم ہوتا ہے

وفاؤں سے مجھے بھی دست کش ہونا پڑے شاید
ترے دل میں محبت ہی نہیں معلوم ہوتا ہے

چلا جاؤں بھلا کیے تمہارے آستانے سے
مجھے تو درد کا درماں یہیں معلوم ہوتا ہے

جہاں پر امتیازِ رنگ و بو کا بول بالا ہو
تشدد بھی زیادہ تر وہیں معلوم ہوتا ہے

صداقت کا اثر اب تو برائے نام ہی سمجھو
کہیں کچھ ہے، کہیں بالکل نہیں معلوم ہوتا ہے



جب برسے اوقات سے پالا پڑا
داوں ہر تدبیر کا الٹا پڑا

زندگی کا موت ہی انجام ہے
سب کو اس کے سامنے جھکنا پڑا

رات دن سر پر رہا فکرِ معاش
جانے کس کس شہر میں رہنا پڑا

وقت نے مجبور ایسا کر دیا
رسم دنیا پر عمل کرنا پڑا

زندگی میں رنج و غم کا ساتھ تھا
اجھنوں سے رات دن لڑنا پڑا

ہم نہ سمجھے سازشیں اغیار کی
اس لیے رسوا ہمیں ہونا پڑا
بات جب عہد وفا کی آگئی
جو نہ چاہا فیصلہ کرنا پڑا
ہائے رے یہ وقت کی مجبوریاں
ان کے کوچہ میں ہمیں جانا پڑا



ہر اقدام سے پہلے تدبیر بر ملا کرنا
کبھی جذبات میں آکر نہ کوئی فیصلہ کرنا

شکایت دل میں رکھنے بچے مسائل حل نہیں ہوتے
گلہ شکوہ بھی گر کرنا تو بن کر آشنا کرنا

مزاجوں کو پرکھنا بھی ضروری ہے محبت میں
نہ کمزوری سمجھ لیں وہ ترا وعدہ وفا کرنا

دلوں میں دوریاں بڑھتے نہیں لگتی یہاں کچھ دیر
نظر انداز کرنے کا بھی پیدا حوصلہ کرنا

کدروت اور تعصب سے سکوں بر باد ہوتا ہے
یہ کچھ بیماریاں ہیں، اجتناب ان سے ذرا کرنا

یقیں محکم مجھے لگتا ہے اپنی کامیابی کا
شرف حاصل اگر ہو جائے ان کی ہمراہی کا

تواضع عاجزی ٹھہری ضمانت سر بلندی کی
مگر پستی نتیجہ ہے تکبر کی خرابی کا

نمائش آج جسموں کی سر بازار ہوتی ہے
کہ ماتم کر رہی ہے آج عصمت بے جوابی کا

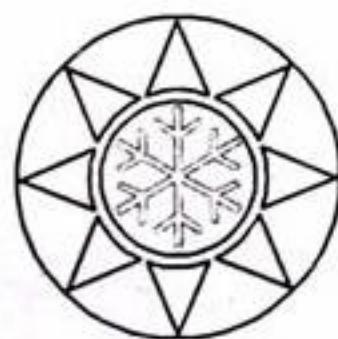
عیوب غیر پر رکھی نظر باریک بینی سے
خیال آیا نہیں ہم کو کبھی خود احتسابی کا

معاصی میں میاں اس کو شریک کار ہی سمجھو
جو چھوڑا ہے اگر دامن کسی نے اجتنابی کا

جسے دیکھو وہی با مصلحت خاموش رہتا ہے
کوئی ہدم نہیں ملتا یہاں تو انقلابی کا

مقابل پر جواب اس کا اثر انداز ہوتا ہے
ہنر بخشنا ہے قدرت نے جنہیں حاضر جوابی کا

یہ ہے امُّ النجاش، عقل کو ماؤف کرتی ہے
توازن عقل کا باقی نہیں رہتا شرابی کا



نہیں اظہار الفت بھی صدا ضامن محبت کی
شکایت بھی فقط ہوتی نہیں وجہہ عداوت کی

خدایا آرزو تجھ سے ہے بس ثابت قدم رکھنا
زمانہ جب بھی پر کھے گا کسوٹی پر صداقت کی

جهالت اور غریبی مورود الزام ہیں ورنہ
وجہہ کچھ اور ہی آج دنیا میں بغاوت کی

وہ قومیں رفتہ رفتہ ایک دن پہچان کھو بیٹھیں
نظر انداز جن قوموں نے خود اپنی روایت کی

حدوں کو اس نے سب ظلم و ستم کی پار کر ڈالا
قسم جس دن سے کھانی ہے ستم گر شرافت کی

دل و دماغ کے تابع زبان ہوتی ہے
بذات خود کہاں محو لسان ہوتی ہے

نہ حسن نطن، نہ کبھی بدگمان ہوتی ہے
زبان تو دل کی فقط ترجمان ہوتی ہے

کہ ذہن و عقل و خرد جن کو لوگ کہتے ہیں
انہیں کے پاس زبان کی کمان ہوتی ہے

بوقت جہد اسی کا خراج تو ہوگا
چھپی ظروف کے جو درمیان ہوتی ہے

دلوں پہ اس کا اثر بالیقین ہوتا ہے
خلوص سے جو نصیحت بیان ہوتی ہے

ملائکہ کا وہاں ازدحام ہوتا ہے
جہاں رسول کی سیرت بیان ہوتی ہے

حسیں خواب کب تک دکھاتے رہو گے
کہو ہم کو کب تک بناتے رہو گے

صداقت کا اظہار کرنا پڑے گا
حقیقت کو کب تک چھپاتے رہو گے

کرو ختم اب سلسلے امتحان کے
ہمیں کب تک آزماتے رہو گے

ہماری محبت کو کب تک چھپا کر
وفاؤں سے دامن بچاتے رہو گے

حصول منازل ہیں یوں غیر ممکن
اگر سوچتے ہچکچاتے رہو گے

عbeth آرزوئے صدف ہے سراسر
جو پانی سے پاؤں بچاتے رہو گے

اس نے خاموش ارادوں کو اکٹھا کر کے
پر فتن شور و خلل رکھ دیا بربپا کر کے

ڈھونڈتا ہے سکوں ماں باپ کو ٹھکرا کر کے
خوش رہا ہے، نہ رہے گا کوئی ایسا کر کے

مختصر آرزو ہوتی تو سکوں ممکن تھا
زندگی تلخ ہوئی طول تمنا کر کے

اک زمانے سے رہے بر سر ہمراز میرے
اور پھر گوشہ نشیں ہو گئے رسوا کر کے

گر نہیں رشتہ باہم تو جھجھک کیسی ہے
بے سب بھی کوئی ملتا ہے کیا شرم کر کے

کہتے ہیں یہ غزل کی روایت تو ہے نہیں
کیونکہ غزل کی اس میں نزاکت تو ہے نہیں

کیسے غزل کو سامنے رکھ کر غزل کہوں
دل میں کسی کے پیار کی چاہت تو ہے نہیں

دل میں نہیں جو بات، وہ کیسے بیاں کروں
مجھ کو مبالغہ کی بھی عادت تو ہے نہیں

مانا غزل بھی اردو ادب کی نقیب ہے
لیکن غزل غزل ہے عبادت تو ہے نہیں

کیسی غزل کہی ہے بتاؤ تو اے شار
مبہم ہے سارے شعر، وضاحت تو ہے نہیں

ہوئی اقوام کتنی، باب اک گزرے زمانے کا
اثر دیکھا ہے یہ اپنی روایت بھول جانے کا

وفاؤں کے تیس اکثر انہیں کوتاہ پایا ہے
کیا ہے تجربہ سو بار ان کو آزمانے کا

فریب و مکر پر مبنی خدا جانے یہ مغرب سے
چلی کیسی ہوا میں رخ بدل ڈالا زمانے کا

وہ قومیں کس طرح سے سرخ رو ہو گئی ذرا سوچو
مرض ہو گا جہاں پر قائدوں کو بھول جانے کا

لو اب صیاد ہی گلشن کا آخر باغبان ٹھہرا
خدا ہی اب محافظ ہے چمن میں آشیانے کا

کمندیں آسمان پر ڈال دی ہیں آج انساں نے
بنا ڈالا خلا میں راستہ اب آنے جانے کا

ترقی کا توازن پوچھئے گا ابِ ثروت سے
ہمارے سامنے تو مسئلہ ہے آب و دانے کا

نبیمیں ہیں کچھ زیادہ خوش وہ انساں کی ترقی پر
جنہیں احساس ہے انسانیت کے ہار جانے کا



زخم دل کافی پرانا ہو گیا
رستے رستے اک زمانہ ہو گیا

کیا مسیحا اب مسیحائی کرے
درد سے جب دوستانہ ہو گیا

فرستیں سب اجنبی سی ہو گئیں
غم سے ہاں رشتہ پرانا ہو گیا

زخم دل کس کو دکھائیں دوستوں
اجنبی سارا زمانہ ہو گیا

باغبان تیری کرم فرمائیاں
تنکا تنکا آشیانہ ہو گیا

دور سب شکوہ گلے ہو جائیں گے
 ان کے گھر اب آنا جانا ہو گیا
 ہم نے جب ان سے کہا انصاف دو
 کیس تو بولے پرانا ہو گیا

سازشیں تو درپئے آزار تھیں
 حادثہ لیکن بہانا ہو گیا



اگر فرصت نہیں تھی حال دل سننے سانے کی
تو آخر کیا ضرورت تھی نئے رشتہ بنانے کی

عروج زندگی اس کو کبھی حاصل نہیں ہوگا
جو کوشش ہی نہیں کرتا مقدر آزمانے کی

~~نظرِ الودر ا ان پر بھی اے اونچے سکاں والو!~~
کہ چھت جن کو میسر ہو سکی نہ سر چھپانے کی

کرے شوہر کو سجدہ حکم فرماتا یہ بیوی کو
اجازت گر خدا دیتا کہیں پر سر جھکانے کی

جئے کتنے بھی دن آخر کو اک دن کوچ کرنا ہے
ارے ناداں جگہ دنیا نہیں ہے جی لگانے کی

زمانے کے بدلتے طور و تہذیب و تمدن سے
ضروری ہے نئی نسلوں کو آگاہی کرانے کی

اطاعت میں جو یہ کوتا ہیاں ذہنوں پہ طاری ہیں
یہ شیطانی وساوس ہیں ضرورت ہے بتانے کی

شقافت کو بچانا بھی کہیں مشکل نہ ہو جائے
روش سمجھئے نہیں گر آج دنیا میں زمانے کی



عمر جب پتے کی پوری ہو گئی
شاخ سے اک پل میں دوری ہو گئی

رزق جب پورا کسی ہو گیا
پھر قضا سمجھو ضروری ہو گئی

ہم سفر جس کا خدا نے لے لیا
زندگی اس کی ادھوری ہو گئی

ممبر و محرب کے بھی واسطے
شرط اب تو جی حضوری ہو گئی

دوستوں سے دشمنی تک مول لی
ڈیل کیا اتنی ضروری ہو گئی

تافیہ تھے کم مگر پھر بھی غزل
ہے رو رو کے پوری ہو گئی

شاعری فن علمی استعداد کے قبضہ میں ہے
شاعروں کا حوصلہ بھی داد کے قبضہ میں ہے

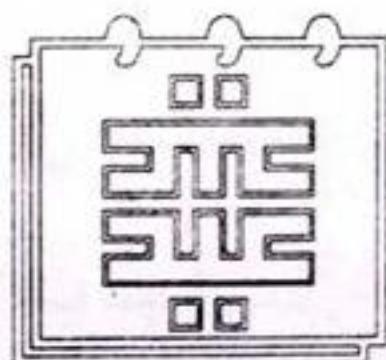
ساری دنیا مغربی شداد کے قبضہ میں ہے
امن عالم جبر و استبداد کے قبضہ میں ہے

کل تملکِ مکمل خواہش جن کی سب کرتا رہا
آج بوڑھا باپ اس اولاد کے قبضہ میں ہے

کامیابی تجھ کو حاصل جہل سے ہوگی نہیں
یہ نظام رب ہے استعداد کے قبضہ میں ہے

جب تجو اپنی بقا کی ہر دیا کرتا تو ہے
کون روشن کب تملک ہے باد کے قبضہ میں ہے

غیر ممکن انحراف طرز نو ہے آج کل
 ہر کوئی شعبہ نئی ایجاد کے قبضہ میں ہے
 بال و پر آزاد بھی گر ہو گئے تو کیا ہوا
 ذہن و دل تو آج بھی صیاد کے قبضہ میں ہے
 منزلیں ہم لاکھ طے کر لیں ترقی کی نثار
 فکر روح تو آج بھی اجداد کے قبضہ میں ہے



زخمِ دل تار تار مت کرنا
ذکرِ ماضی کا یار مت کرنا

ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں
ہم سے ذکرِ بہار مت کرنا

جب تلکِ مطمئن نہ ہو جاؤ
رازِ دل آشکار مت کرنا

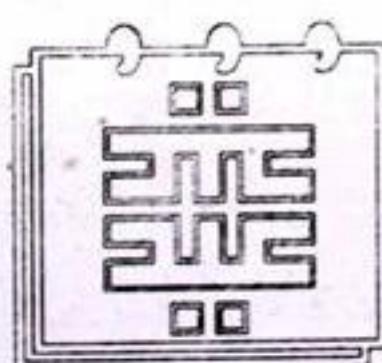
یہ قبسمِ سزا نہ بن جائے
یہ خطاب بار بار مت کرنا

آنکھ بند کر کے رازِ داروں میں
ہر کسی کا شمار مت کرنا

لوگ دل میں نفاق رکھتے ہیں
عجلت اعتبار مت کرنا

تجھ کو بزدل شمار کر لیں گے
چھپ کے پچھے سے وار مت کرنا

زندگی کا بھی ایک مقصد ہے
ہر جگہ جاں تھار مت کرنا



شکوہ فضول ہے یہاں سوز و گداز کا
ہے زندگی ہی نام نشیب و فراز کا

ممکن نہ تھی حیات فقط خورد و نوش پر
ہوتا نہ سلسلہ جو یہ بول براز کا

گو عقل سے بعید ہو لیکن درست ہے
جو نظم کائنات بھی ہے کار ساز کا

آئی قضا تو رخت سفر باندھنا پڑا
ارمان دل میں رہ گیا عمر دراز کا

ممکن نہیں جو رک سکیں تخریب کاریاں
پرده نہ چاک ہوگا اگر ساز باز کا

مہلت نہ ایک سانس کی مل پائے گی اسے
آ جائے گا جب وقت کسی کی نماز کا

ذات و صفات میں ہے وہ یکتا بلا شبہ
ثانی نہیں جہان میں اس بے نیاز کا

یوں تو ہر دل میں محبت کا بھرم ہوتا ہے
یہ الگ ہے کہیں زائد، کہیں کم ہوتا ہے

عمر جب خاص پڑاؤ پہ پہنچ جاتی ہے
لوگ کہتے ہر اک دل میں صنم ہوتا ہے

بد دعا سے سدا مظلوم کی فوج کے رہنا
آہِ مظلوم میں پرواز کا دم ہوتا ہے

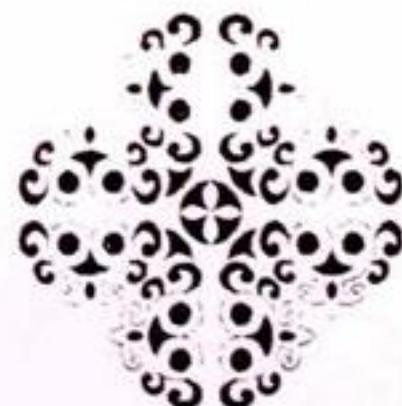
غیر تو غیر ہیں غیروں سے شکایت کیسی
نہیں اپنوں سے پہنچتی ہے تو غم ہوتا ہے

ذکر و اذکار کی توفیق اسے ملتی ہے
جس پہ مولا کا مرے خاص کرم ہوتا ہے

عدل و انصاف کے پرداز بدل جاتے ہیں
جب کبھی ہاتھ میں ظالم کے قلم ہوتا ہے

لفظِ توحید کا ادراک اگر ہو جائے
سر درِ غیر پہ اس کا کہاں خم ہوتا ہے

مانگتے ہیں وہ مجاهد سے سندِ حب وطن
جن کے ہاتھوں میں نہ تنقیح اور نہ علم ہوتا ہے



ہمیں ہمارے تمدن کے پاس رہنے دے
 ہمارے تن پہ ہمارا لباس رہنے دے
 ہمارے حال پہ نظر کرم نہ کر ساقی
 یہ خشک لب یہ اداسی یہ پیاس رہنے دے
 شفافتوں کا تحفظ وفا کا ضامن ہے
 روایتوں کی یہ باقی اساس رہنے دے
 سرور و جام اور بینا تمہیں مبارک ہو
 حقیقی رند ہیں ہم کو اداس رہنے دے
 تمام عمر گناہوں میں کٹ گئی واعظ
 ہمارے سامنے اب خوف و آس رہنے دے

تمام شہر میں یہ اضطراب کیا ہے
 تمہارے امن کا وعدہ جناب کیا ہے
 بتاؤ عدل کی امید اب کریں کیسے
 امیر شہر کا دیکھا جواب کیا ہے
 حقیقتیں ہیں عیاں ہر طرف قرآن سے
 تو اعتراف سے پھر اجتناب کیا ہے
 ہر ایک لفظ وفا ہے سیاہی آلوہ
 کتاب زیست کا آخر یہ باب کیا ہے
 اگر یہ چ ہے کہ مجرم تو محض مجرم ہے
 تو پھر جبیں چ یہ عربی نقاب کیا ہے

صداقتوں پر ہے مکر و فریب کیوں غالب
تمہارے دور میں یہ انقلاب کیا ہے

گناہ گار کو بے شک سزا میں دو لیکن
جو بے قصور ہیں ان پر عتاب کیا ہے

گناہ کر تو رہے ہو مگر یہ سوچو نثار
پڑے گا واسطہ جس سے عذاب کیا ہے



تضاد گفت سخن افتراق رکھتے ہیں
 وہ ہم سے کیوں یہ عدم اتفاق رکھتے ہیں
 زبان پر تو صدا انطباق ہوتا ہے
 مگر دلوں میں ہمیشہ نفاق رکھتے ہیں
 برا بیاں تو انہیں خوب یاد ہیں لیکن
 ہماری خوبیاں بالائے تاق رکھتے ہیں
 نہ عقل ساتھ دے ان کا یہ عین ممکن ہے
 مزاج میں جو بہت احتراق رکھتے ہیں
 ہمیں بھی حسنِ تمبا کا خیر مقدم ہے
 اگر وفاق کا وہ اشتیاق رکھتے ہیں

حقیقت میں وہ میری ذات پر احسان کرتا ہے
برائی سے مجھے آگاہ جو انسان کرتا ہے

خطا سے روکنے والا تو محسن ہے مسیح ہے
نجاتِ آخرت کا وہ مریب سامان کرتا ہے

مسجد میں جو بم پھوڑیں وہ کوئی اور ہی ہونگے
خطا ایسی کہاں اک صاحبِ ایمان کرتا ہے

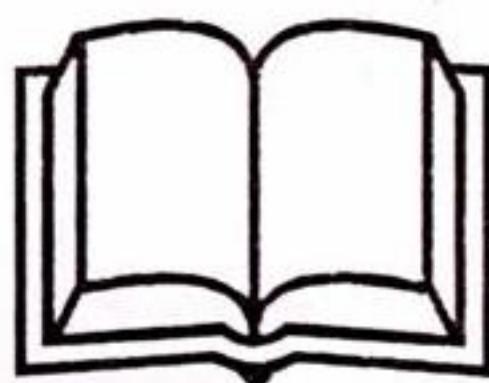
ارے مقتول پر ہی قتل کا الزام رکھتے ہو
تمہارا فیصلہ ہم کو بہت حیران کرتا ہے

اساسِ ملک کو جو نفرتوں کا زہر دیتا ہے
وہ دشمن کا ہمارے راستہ آسان کرتا ہے

تو کیا باغیاں ہے، تو نے سوچا بھی کبھی ظالم
کہ تیرا ہر قدم گلشن کی رت دیران کرتا ہے

تجھے معلوم ہے نادان نفرت کی سیاست سے
عزیز ملک کا تو کس قدر نقصان کرتا ہے

ضرورت کیا ہمیں دنیا کی فرسودہ روایت کی
ہماری رہبری تو ہر جگہ قرآن کرتا ہے



ہم نے یہ محبت کی اگر بات نہ مانی
پڑ جائے گی قیمت نئی نسلوں کو چکانی

اس دور پر آشوب میں ماضی کی طرح پھر
دھراۓ کوئی کاش محبت کی کہانی

مجھ سے جو گلہ وہ فقط مجھ سے بیاں کر
غیروں سے شکایت ہے بغاوت کی نشانی

محفوظ ہو شر سے تیرے مخلوق خدا کی
یہ بات ہمیں پہنچی ہے آقا کی زبانی

اک بار چلی جائے تو آئے نہ پلٹ کر
کردار کی دشمن ہے یہ مغرور جوانی

اس طرزِ تمدن سے بہت تنگ ہیں یارو
لے آؤ اگر ہو سکے تہذیب پرانی

ہو جائے گا، کر لیں گے، یہ کیا سوچتے رہنا؟
مانند سبک سر ہے جوانی کی روائی۔

ہو جائے گی مشکوک صداقت بھی سمجھ لے
اچھی نہیں ہوتی ہے سدا کذب بیانی



وہ لوگ کبھی شرم سے پانی نہیں ہوتے
غیرت کے جہاں کوئی مبالغی نہیں ہوتے

آنکھوں میں مسرت سے بھی آجاتے ہیں اکثر
یہ اشک سدا غم کی نشانی نہیں ہوتے

پڑھ جاتی ہے تالث کی ضرورت بھی، یہ چج ہے
سب شکوہ بیاں اپنی زبانی نہیں ہوتے

انسان تو اک دن فنا ہو جائے گا لیکن
اعدمی مگر ہاں کبھی فانی نہیں ہوتے

طاقت تھی ہاتھ پاؤں میں چہرے پہ نور تھا
گویا ہر ایک عضو کو خود پر غرور تھا

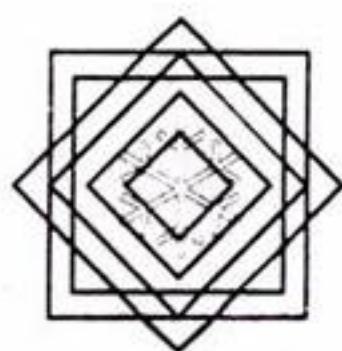
وہ وقت سازگار تھا ہر اعتبار سے
ادراک و عقل و فہم تھیں، پورا شعور تھا

ظالم کے لعن طعن مجھے جھینے پڑے
حق کا میں طرف دار تھا اتنا قصور تھا

امختصر یہی ہے کہ منزل نہ مل سکی
منزل تھی دور یا کہ میں منزل سے دور تھا

کچھ بھی نہیں ملا تھا تلاشی میں ہاں مگر
سبری تراشے کا تو چاقو ضرور تھا

پھر بھی نہ جانے کیوں میاں پوٹا لگا دیا
 شاید یہ تھا قصور کے بے میں بے قصور تھا
 اتنی کری پٹائی کہ مجروح کر دیا
 مجبور ہو کے کہہ دیا میرا قصور تھا
 بولے کہ ہاتھ سارے دھماکوں میں تھا ترا
 اقرار صاف کر لیا، ہاں ہاں حضور تھا



عداوت سے اگر تو بے خبر ہوتا تو اچھا تھا
ترے دل پر محبت کا اثر ہوتا تو اچھا تھا

تعلق اور شکایت لازم و ملزم ہوتے ہیں
اگر باہم وطیرہ درگز ہوتا تو اچھا تھا

سکون دل ترے دیدار سے بر باد ہوتا ہے
مری نظروں سے پوشیدہ اگر ہوتا تو اچھا تھا

تیرے بن بھی سفر تو زندگی کا کٹ ہی جائے گا
مرے ہدم تو میرا ہمسفر ہوتا تو اچھا تھا

خدا نے تو عیاں کر دی بھلائی بھی برائی بھی
اگر انساں شناسِ خیر و شر ہوتا تو اچھا تھا

وہ پل میں نور نظر ہو گیا زمانے کا
صلہ ملا یہ اسے آئینہ دکھانے کا

کہا ہے اس نے اچانک کہ بھول جا لیکن
”سب بتایا نہیں اس نے روٹھ جانے کا“

برائے امتحان کلفت نہو عین ممکن ہے
کہ یہ بھی ایک طریقہ آزمانے کا

وہ ایسا کیا جو منظر نے کہہ دیا آخر
مطالبه جو کیا ہے اسے ہشانے کا

یہ بات اور کہ منزل اسے ملے نہ ملے
اک حوصلہ تو کیا ہے قدم بڑھانے کا

یہ وہ چراغ ہے جس سے جہان روشن ہے
خیال خام ہے تیرا اسے بجھانے کا

اس کہانی کی یہی تمہید ہے
زندگی ہر دن نئی امید ہے

جتنے دن رہنا ہے اتنا دل لگا
اہل دانش کی یہی تاکید ہے

جگنوں سے روشنی کیوں مانگتا
تیرے ہاتھوں میں تو خود خورشید ہے

بات جو تخریب کی کوئی کرے
ناروا اس شخص کی تقلید ہے

بات کرتے ہو اشاروں میں یہاں
آج کل اتنی کہاں فہمید ہے

جب بھی دامن پر مرے داغ لہو کا نکلا
میں نے قاتل کو تلاشہ تو کفو کا نکلا

بے سبب دست گریاں رہے باہم دونوں
مسئلہ اصل میں دیکھا تو غلو کا نکلا

اپنی ناکامی سورش پر پشیمان ہوا
جب مخالف ہی طرفدار عفو کا نکلا

ہم تو سمجھے تھے سخن گوئی کہ یوں ہی ہوگی
راز اس میں تو بہت پست و علو کا نکلا

یوں تو کہنے کو سدا میرا طرفدار رہا
وقت آیا تو مددگار عدو کا نکلا

حق تعالیٰ کی اطاعت گر تجھے درکار ہو
اسوہ احمد پہ چلنے کے لیے تیار ہو

دو جہاں کی کامیابی ہے اسی پر منحصر
دل ترا حب محمد سے سدا سرشار ہو

کام آئے گی نہیں توحید بھی ہرگز ترے
گر رسالت کا ترے دل میں نہیں اقرار ہو

باليقين ہر مقنی محشر میں ہوگا سرخرو
گرچہ دنیا میں رہا وہ مفلس و نادار ہو

حوض کوثر سے پلائیں گے تجھے جام طہور
شرط لیکن ایک ہے آقا کو تجھ سے پیار ہو

ہو نہیں سکتا صحابہ کے برابر بھی کوئی
اب کوئی چاہے مجدد ہو کوئی ابرار ہو

ہو گیا ہے کس قدر انسان رب سے بے خبر
بتلائے معصیت رہتا ہے بے خوف و خطر

توڑنا عہدوں کا اور دینا دغا آسان ہے
کذب گوئی کو سمجھتا ہے کمانے کا ہنر

زندگی کی راہ میں لازم بہت ہے احتیاط
دور ہے منزل بہت اور راستہ ہے پر خطر

فکر کر عقبی کی غافل جمع کر لے نیکیاں
کام آئے گا نہیں محشر میں تیرے مال و زر

راہ حق سے مت بھٹک اپنا کے غیروں کے طریق
کر عمل ہر موڑ پر قرآن و سنت دیکھ کر

ہو عمل پیرا محمد کے ہر اک ارشاد پر
حب کا دعوہ بروز و شب تو کرتا ہے اگر

امتنی میرا نہیں جس نے غلو دیں میں کیا
کیا کرو گے کہہ دیا محشر میں آقا نے اگر

نظمیں

قطعات

منتخب اشعار

یہ دعا رب سے کرتا ہے ہر مرد و زن
تیری عظمت سلامت رہے اے وطن

قید تھا بازوؤں میں تو اغیار کے
حریت کا تجھے اب ملا پیرہن

سامیت کو خطرہ تری گر ہوا
باندھ لیں گے ہم اپنے سروں سے کفن

کھائی ہیں، کھائیں گے سینوں پر گولیاں
بے وفائی نہیں ہے ہمارا چلن

ابل گلشن خزاں کے نہ ساماں کرو
آتشِ بعض سے جل نہ جائے چمن

سب مسائل کو مل بیٹھ کر حل کریں
مٹ نہ جائے راویاتِ گنگ و جمن

جان کی بھی تجھے گر ضرورت پڑے
ہنس کے قربان کر دیں گے یہ جان و تن
اے وطن اے وطن اے وطن اے وطن

منقبت: جامع الحدی، کھاری، ضلع بجور۔

عرصہ ہی کیا ہوا ہے ابھی مثل ہلال ہے
چمکے گا بدر بن کے یہ میرا خیال ہے

کیا حال سن میں میں ہوگا شباب کا
جب سات سال ہی میں یہ حسن جمال ہے

کیا مشیت کو تری سمجھے گا پتلہ خاک کا
چاک ہو جائے گا پرده عقل کا ادارک کا

جس زمیں کو آج تک نسبت نہ تھی کچھ علم سے
آج رشتہ جڑ گیا اس سے کلام پاک کا

تذکرہ جب کامیابی کا کسی کی آئے گا
یہ زمانہ جامعہ کی داستان دھرائے گا

کارنامہ جو دیا انجام حضرت نے یہاں
رہتی دنیا تک نہیں اس کو بھلا جائے گا

عزم کا اور حوصلے کا نام جب جب آئے گا
نام حضرت کا زبان پر خود بخود آئے گا

منقبت: جامع الحدی، کھاری، ضلع بجور۔

دیکھنا چاہو اگر اخلاص کی برکات کو
لائے گا بس یہاں تشریف کچھ لمحات کو

زہد و تقویٰ ہے۔ طہارت ہے ترے اركان میں
کھل رہے علم دیں کے پھول اس سنسان میں

علم کی شمعیں جلیں گی ایک دن اس خاک پر
ہوں گے چرپے کامیابی کے ترے افلک پر

علم کا اعمال کا اخلاص کا ایمان کا
فی الحقیقت ہے تو ضامن عظمت قرآن کا

ناز ہو جس پر سبھی کو تیرا ایسا ہے مقام ہے
مرحبا اے جامعہ، ہو تری عظمت کا سلام

نظم شاعر اسلام

مسلمان ہیں دلوں میں جذبہ ایمان رکھتے ہیں
تمنا خدمتِ خلقِ خدا ہر آن رکھتے ہیں

نہیں ہم کو ضرورتِ اہل دنیا کے طریقوں کی
مکمل رہبری کے واسطے قرآن رکھتے ہیں

سرپا منبعِ رشد و ہدایت ہیں مرے آقا
عمل کی راہ میں ان کا اہم فرمان رکھتے ہیں

ہیں بوکر و عمر عثمان و حیدر حکمران دیں
کہ جو اسلام میں اک فاتحانہ شان رکھتے ہیں

صحابہ بدر ہوں عشرہ مبشرہ بیعتِ رسول ہوں
شرفِ دنیا میں بخشش کا عظیم الشان رکھتے ہیں

سبھی عظمت کے قابل ہیں صحابی رسول اللہ
بلا تفریق ہم ہر ایک پر ایمان رکھتے ہیں

امام اعظم کہ خبل، شافعی مالک سبھی حق ہیں
مگر ہم مسلم اعظم سے اک پہچان رکھتے ہیں

بنخاری دارمی ابن حجر مسلم کہ سرہندی
یہ ہیں اسلام میں جو داعیانہ شان رکھتے ہیں

اسامہ بوہریہ اور عبد اللہ جیسے ہم
عزائم خدمت اسلام انے حُمن رکھتے ہیں

نہیں ان سرکشوں سے کچھ بھی نسبت ہم کو دنیا میں
کہ جو اسلاف سے اک بد ظنی انسان رکھتے ہیں

سبھی اسلاف کے نقشِ قدم پر دل سے چلنے کی
دلوں میں آرزو ہے، بس یہی ارمان رکھتے ہیں

مٹائیں گے تفرق اور تشتت فرق و بدعت کا
ولی اللہ اسماعیل جیسی آن رکھتے ہیں

نہیں چھوڑیں گے دامن ہم کبھی قرآن و سنت کا
کہ جب تک جسم میں اپنے ذرا بھی جان رکھتے ہیں

التجا ہے مالک و کون مکاں کے سامنے
یا الہی لاج رکھ لینا جہاں کے سامنے

فیضِ ہستی سے محمدؐ کی وجود کائنات
باعث تخلیق تو دونوں جہاں کے سامنے

ہیں ابو بکر و عمر عثمان و حیدر بالیقیں
قابل تقلید ہر اک انس و جاں کے سامنے

نقش پا ہوں گامزن یا رب انہیں اسلاف کے
تحا مقدم دین جن کو جسم و جاں کے سامنے

مطمئن ہم مسلک نعماں بن ثابت سے ہیں
تشنگی باقی نہیں فقہی نشاں کے سامنے

فق و بدعت کی گھٹا گھنگھور ہے اسلام پر
جیسے ہوتا ہے قمر ابر رواں کے سامنے

مقتضائے وقت ہے جد و جہد تجدید دیں

ہے شکستہ نیم مذهب پاسباں کے سامنے

منزليں خود چوم لیں گی بڑھ کے راہی کے قدم

شرط ہے عزم مصمم کاپروالیں کے سامنے

پھر سے لا میں بہاریں گشناں اسلام میں

جو نظر مغلوب آتی ہیں خزاں کے سامنے

کفر و بدعت سے مبرا وحدت و سنت سے پُر

بیہت اسلام زن پیر و جواں کے سامنے

علم و اخلاص و عمل تبلیغ احسان و سلوک

مقتضا ترویج ہے ہر علم و داں کے سامنے

حق پرستی کی سزا گرچہ اسیر و دار ہو

سر ہوگا خم کسی بدحکمراں کے سامنے

نظم انصاف کے پیانے دو

آج دنیا میں ہیں انصاف کے پیانے دو
ایک مجرم کو سزا ، دوسرے کو جانے دو

ایک سر کو بھی کٹا دے تو وفادار نہیں
دوسرा قتل بھی کر دے تو گنہ گار نہیں

ایک کو پٹ کے بھی رونے کا ادھیکار نہیں
ہو کے مظلوم بھی انصاف کا حقدار نہیں

حکمرانوں میں کوئی صاحب کردار نہیں
ایسا لگتا ہے یہاں کوئی بھی سرکار نہیں

اعلیٰ عہدوں پہ بھی رہ کر کوئی معیار نہیں
بھائی بھائی کو لڑانے میں کوئی عار نہیں

قتل انسان کا ہوتا ہے تو ہو جانے دو
 کرسی چیف مگر ہاتھ بیٹھنے مت جانے دو

درسِ نفرت ہی ہمیشہ سے ہے پیشہ ان کا
 دل رہا خالی محبت سے ہمیشہ ان کا

جب بھی دیکھا ہے بھنوں میں ہے سفینہ اس نے
 تب ہی لاشوں کا بنا ڈالا ہے زینہ اس نے

نام آتا ہے شری رام کا جب زبانوں پر
 بجلیاں گرتی ہیں بیچارے مسلمانوں پر

تھے جو انگریز کے مجرر وہی سردار بنے
 ہم شار ہو کے بھی اس دلیں کے غدار بنے

نظم

شہید صدام کو تختہ دار پر

چڑھائے جانے پر جواض طراب و کرب پیدا ہوا تھا اس کے

تاثرات

قول سچا کر دیا تو نے یہ اہل عزم کا
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے نہیں

انتہا ظالم نے کر دی ظلم کی اپنے مگر
یاد رکھیں وہ کبھی حق کو مٹا سکتے نہیں

سر فروشی کی تمنا جو ہمارے دل میں ہے
قتل ناحق کر کے تم اس کو دبا سکتے نہیں

ہے یقین تیرا غور اک دن ملے گا خاک میں
وقت کا لیکن تعین تو بتا سکتے نہیں

بد دعا مظلوم کی ہوتی نہیں ہے بے اثر
تم عذاب کبریائی کو ہٹا سکتے نہیں

گونگے بھرے ہو گئے ہیں حکمراں دنیا کے سب
حیف ہے ان پر زبان کو بھی ہلا سکتے نہیں

بن کے جب قاتل ہی منصف فیصلہ صادر کرے
اہل دانش پھر موکل کو بچا سکتے نہیں

دل میں ہو شوقِ شہادت، لب پہ ہو ذکرِ خدا
جانپ سولی قدم پھر ڈمگا سکتے نہیں

حق کی خاطر جس طرح اس نے کیا خود کو نثار
اس کی قربانی کو ہم ہرگز بھلا سکتے نہیں

جسم آتا ہے نظر، ہاں جاں نظر آتی نہیں
اس لیے جاں کی غذا پر بھی نظر جاتی نہیں

جستجو ہے رات دن دو وقت روٹی کے لیے
اور روحانی غذا کی یاد تک آتی نہیں

جی رہا ہے اس طرح جیسے کہ مرننا ہی نہیں
سامنا جیسے خدا کا تو نے کرنا ہی نہیں

محسنِ انسانیت نے جو سبق ہم کو دیا
بیش قیمت تھا وہ سرمایہ جو ہم نے کھو دیا۔

چیز جس کو تو نے سمجھا ہے یہاں پر ثانوی
نقض تیری عقل کا ہے، ہے وہی پر معنوی

دشمنوں سے آج کل تو برسر پیکار ہے
پیروی پھر بھی انہیں کی ہر جگہ درکار ہے

قومِ مسلم پر مصائب کا یہ جو بھی دور ہے
 اس کا ذمہ دار تو خود ہے نہیں کوئی اور ہے
 کھول کر تو دیکھ لے ہے فیصلہ قرآن کا
 جو بھی آتی ہے مصیبت کسب ہے انسان کا
 ہاں مصائب سے خلاصی گر تجھے درکار ہے
 کام وہ لازم پکڑ مسلم کا جو کردار ہے
 منزلیں مشتاق ہوں گی تیرے استقبال کو
 ڈھال دے گر دین کے سانچے میں اپنے حال کو
 پیش قدمی بھی ہے اچھی نئی ایجادات میں
 شرط ہے لیکن نہ حرف آئے نبی کی بات میں
 مقتدا تجھ کو بنایا تھا زمانے کے لیے
 تو لگا غیروں کے آگے سر جھکانے کے لیے

نظم آپریشن گجرات

کیا تمہیں کچھ علم ہے گجرات کے حالات کا
کیا بنایا ہم نے افسانہ وہاں بے بات کا

ایک سازش کے تحت پہلے تو کی آتش زنی
اور پھر لوگوں میں پھیلائی تھی ایسی سننی

ہو کے ظالم بن گئے مظلوم ہم انغیار میں
ہر کوئی معصوم ہم کو کہہ رہا تھا پیار میں

اور پھر تم کو مٹانے کا کیا ایسا نظام
جھوٹ پر منی زبان پر تھا ہماری انتقام

ہو کے بے خوف و خطر ہم نے کیا وہ قتل عام
ہو کے خوش ابلیس نے اس دم کیا ہم کو سلام

شکم مادر چیر کر کھینچا گیا معصوم کو
تیغ و نخجڑ کے حوالے کر دیا حلقوم کا

راستوں پر عورتوں کی عصمتیں برباد کیس
کیا ہوا گر لاکھ ہم سے منت و فریاد کیس

قتل ہم نے اس طرح احسان جعفر کا کیا
پہلے کائے ہاتھ پاؤں پھر قلم سر کو کیا

ہم نے مودی کے اشارے پر کیا تھا جو کمال
کیا زمانے میں کہیں مل جائے گی اس کی مثال

حکمرانوں کا ہمارے سر پہ اس دم ہاتھ تھا
محکمہ تھا جو بھی سرکاری ہمارے ساتھ تھا

دھرم کے رکشک تھے لیکن اصل میں غدار تھے
نام لے کر رام کا راون کے پیرو کار تھے

بارہا ایسا کیا، یہ شغل اپنا عام ہے
اس طرح کے کام کرنا تو ہمارا کام ہے

کیا تمہیں معلوم ہے یہ سب کیا تھا کس لیے
تاکہ کرسی ہاتھ سے جائے نہ اپنے اس لیے

لوگ ہتلر کی مثالیں دے کے شرماتے نہیں
کارنامے کیا ہمارے ان کو یاد آتے نہیں

بال بیکا بھی ہمارا کیا کوئی کر پائے گا
جو بھی اپنے رو برو آئے گا وہ پچھتاے گا

حرکتیں جتنی ہیں اپنی فتنہ انگلیز ہیں
وقت کے ہم ہی ہلاکو ہیں، ہمیں چنگیز ہیں

ہے جو سینے میں ہمارے دل نہیں فولاد ہے
پچہ پچہ گود سے کا تختم ہے، اولاد ہے

کام جو ہم نے کیا ہے کیا کوئی کر پائے گا
اپنے آگے تو میاں شیطان بھی شرمائے گا

دیکھنا اک دن یہاں تو راج ہوگا رام کا
اور پھر جم کر چلے گا دور قتل عام کا

ہاں یہ سچ ہے ہم ہی ملیانہ کے وہ جانباز ہیں
خوف کھاتا ہے زمانہ جس سے وہ آواز ہیں

حرکتوں سے آج اپنی کتنے گھر بر باد ہیں
قتل معصوموں کا کر کے آج بھی آزاد ہیں

نوجوانوں کو تمہارے لے گئے دریا کے پاس
گولیوں سے بھون ڈالا کر کے ان کو پاس پاس

اور لاشوں کو سپرد آب ہم نے کر دیا
بند ان کی زندگی کا باب ہم نے کر دیا

وہ جواں پی، اے، سی کے تھے، جنون اپنا ہی تھا
دوڑتا ان کی رگوں میں تھا جو خون اپنا ہی تھا

وہ محافظ ہیں تمہارے بھول ہے ایسا گمان
 وقت آنے پر وہ بن جاتے ہیں اپنے ترجمان
 دلیں کی رکشا ہی اپنے دھرم کی رکشا میں ہے
 راز یہ پہاں ہمارے سنگھ کی شکشا میں ہے
 کیا تمہیں وہ یاد ہے غناک دورالے کی شام
 روک کر بس کو کیا تھا ہم کیا قتل عام
 چن کے ایک اک فرد تم سب کو علیحدہ کر دیا
 اور بے دردی سے سرتن سے جدا ہم نے کیا
 عورتوں کو ہم تمہاری لے گئے سنان میں
 پھر تفاوت ہی کیا تھا ہم میں اور حیوان میں
 دندناتے پھر رہے ہیں آج بھی مجرم سمجھی
 بال بیکا بھی نہیں ہو پائے گا ان کا کبھی

تم کو ہم مورکھ کہیں بزدل کہیں یا بے شعور
لاکھ ہو شکل مگر کوشش تو کرنی تھی ضرور

بند ہے اب کیس اور فائل بھی شاید جل گئی
اپنی سازش میں ہمیں تو کامیابی مل گئی

ایکتا ہندو مسلمان ہم سے کوسو دور ہے
ہم کو گاندھی کا نظریہ اب کہاں منظور ہے

دلی درسن

بوڑھی گاڑی شور مچائی
آئی پردھوشن پھیلاتی

ریڈ لائن کا برا سفر ہے
چوت کا خطرہ موت کا ڈر ہے

کتنوں نے ہے جان گنوائی
یہ ہے دیکھو دلی بھائی

لال قلعہ وہ کھلاتا ہے
جس پہ ترنگا لہراتا ہے

دلی کی ہے شان اسی سے
مغلوں کی پہچان اسی سے

دیکھنے جس کو دنیا آئی
یہ ہے دیکھو دلی بھائی

دیکھ کے چل تیرا دھیان کدھر ہے
اسی کا بھائی نام صدر ہے

بھیڑ بھاڑ کا عالم کیا
کٹ جاتا ہے اکثر پیسہ

دیکھ کے رکھنا آنا پانی
یہ ہے دیکھو دلی بھائی

پانی غائب بجلی گل ہے
کچڑ سے ہر نالی فل ہے

طرح طرح کی بیماری ہیں
ڈینگو، ہیضہ مہماں ہیں

چیپ بھی پھر لوٹ کے آئی
یہ ہے دیکھو دلی بھائی

رکشوں کی بھر مار یہاں اب
 چلنا ہے دشوار یہاں اب

 ایسی جگہ کوئی آج نہیں ہے
 جہاں پہ ان کا راج نہیں ہے

 عاجز ان سے پیلک آئی
 یہ ہے دیکھو دلی بھائی

 کھلے ہوئے بازار نہیں ہیں
 اچھے کاروبار نہیں ہیں

 ٹیکس ہیں کتنے ایسے ویسے
 کہاں سے لائیں اتنے پیسے

 اوپر سے اف یہ مہنگائی
 یہ ہے دیکھو دلی بھائی

یہ ہیں دیکھو آٹو والے
جب پہ سیدھا ڈاکا ڈالے

اللہ سیدھے نزیف بتاتے
میر لیکن نہیں چلاتے

کچھ بولو تو ہاتھا پائی
یہ ہے دیکھو دلی بھائی



تیسی میں خدا نے پرورش کی ایسی ہستی کی
کہ جس نے عالم انسانیت کی سرپرستی کی

وہ جس کی ذات اقدس وجہ تخلیق دو عالم ہے
پسند اس نے جہاں میں زندگی بھر تنگدستی کی



اگر دنیا میں دانشمند ہر انسان ہو جائے
یہ پُر روق جہاں پھر دشت سا ویران ہو جائے

جدید طرز کو گر چھوڑ دے مااضی پہ آجائے
تو ہستی مسلمان پھر عظیم الشان ہو جائے



جنہیں اپنے آپ سے پیار ہے انہیں رنج و غم ہے عزیز تر
یہ کسی کسی کو نصیب ہے جو فہیم ہے تو شدید ہے

ہیں سبھی عنایتیں مستعار جو ہیں ملک خالق کردار
تو ہے اک معین متبد نہیں ایک لمحہ مزید ہے

دشمنی ہے جیتے جی اور مر گئے تو پیار ہے
یہ محبت کا بتاؤ کون سا معیار ہے؟

اے وطن تیرے سپوتوں کا یہ آخر کیا ہوا؟
پھول ہیں قبروں پہ، زندوں کے لیے تلوار ہے



درس عبرت دے رہا ہے سانحہ صدام کا
ظلم کے آگے نہ ہرگز سر جھکایا جائے گا

آج ہم خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اگر
پھر کسی صدام کو سوی چڑھایا جائے گا



کذب گوئی عہد شکنی اور خیانت عام ہے
اے مسلمان مشغله تیرا یہ صبح و شام ہے

مکر سے یہ زندگی تو نے اگر جی لی تو کیا
روزِ محشر ہر برائی کا برا انجام ہے

دکھ بھری داستان میری ہے
پٹ کے بھی چپ زبان میری ہے

سارا بازار اس کے زیر اثر
جس میں تنہا دکان میری ہے



دیکھا ہے ان کو پست سیاست کے کھیل میں
جو لوگ با اصول ہیں زندہ ضمیر ہیں

مکر فریب کذب و دعا جو نہیں دکھائیں
بازار میں وہ آئنے ہی بے نظیر ہیں



زخم دل کس کو دکھائی کوئی غم خوار نہیں
حکمران کوئی یہاں آج مدد گار نہیں

عہد و پیمان تو ہوتے ہیں بہت روز یہاں
ایک وعدہ بھی نبھانے میں وفادار نہیں

ریا نمود کو دل سے نکال دے یا رب
مجھے خلوص کلے سانچے میں ڈھال دے یا رب

ترے ہی حکم کے آگے سدا جبیں خم ہو
مرے ضمیر کو ایسا کمال دے یا رب



جسے خلوص کو ذلت نصیب ہو جائے
بلا شبہ وہ خدا کے قریب ہو جائے

اصول دین سے تو انحراف مت کرنا
اگرچہ سارا زمانہ رقیب ہو جائے



جفاوں کا کیوں سلسلہ ہے مسلسل
وفاوں کا کیا صلہ مل رہا ہے

عداوت کی تو تختم ریزی نہ کی تھی
یہ بد رنگ گل کس طرح کھل رہا ہے

مانا کہ اپنا دلیں ترقی پذیر ہے
خوددار، خودکفیل ہے، زندہ ضمیر ہے

لیکن یہ الیہ بھی تو کیا ہے دیکھئے
مفلس مزید تنگ امیر اور امیر ہے



وہ دعویٰ کر رہے ہیں آج نفرت کو مٹانے کا
قدم جن کا سکون بر باد کرتا ہے زمانے کا

نہیں تجھ میں وفا تیری وفا کو آزماء دیکھا
تجھے موقع نہیں اب اور دیں گے آزمانے کا



شاعری کیا ہے میری، کرب بیان کرتا ہوں
زخم دل رو برو لوگوں کے عیاں کرتا ہوں

ذہن و دل جس سے متاثر میرے ہو جاتے ہیں
بس اسی درد کو شعروں میں بیان کرتا ہوں

آزاد ہوئے بیٹک، لیکن ذہنوں پہ غلامی طاری ہے
پتلون پہننا آسائ ہے اور لنگی ہم کو بھاری ہے

وہ چھوڑ گئے بھارت لیکن سب طرز تو باقی ہے ان کا
چچ پوچھئے فنٹی سے زیادہ انگریز کی سانجھے داری ہے



ہم غریبوں کا زمانے میں سہارا کیا ہے
اک ترپنے کے سوا اور اب چارہ کیا ہے

تجھ کو بدنام زمانے میں نہ ہونے دیں گے
ہم ہی مر جائیں گھٹ گھٹ کے ہمارا کیا ہے



یہ گلشن ہے ہمارا، اس کو ہم نے بھی سنوارا ہے
حافظت اس کی اب کرنا، یہی مقصد ہمارا ہے

محبت ملک سے کرنا، ہے یہ تعلیم مذہب کی
یہ دولت چیز کیا ہے، جان سے بھی ہم کو پیارا ہے

زندگی تاریکیوں کی نذر کی
چند محبوں کے اجائے دیکھ کر
کر لیا ہر بات پر ان کی یقین
طرز ان کے بھولے بھالے دیکھ کر



گر نہیں کچھ رشتہ باہم تو پھر
کیوں نظر نیچے جھکالے دیکھ کر

ابر آلودہ قمر جیسا لگا
زلف رخساروں پر کالے دیکھ کر



عدل کا یہ کون سا معیار ہے
جو بھی ظالم ہے وہی سردار ہے

ظلم کرنا تو ہوا جائز مگر
ظلم جو سہتا نہیں غدار ہے

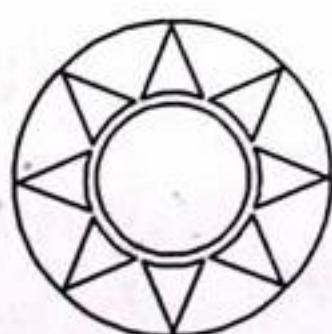
سب کچھ ہنا کے ہوش میں آئے تو کیا ہوا
دن میں اگر چراغ جلائے تو کیا ہوا

نام ساری ہوں گی کوششیں وصال کی
مايوں ہو کے بھولنا چاہے تو کیا ہوا



چلے دو قدم، ساتھ پھر چھوڑ بیٹھے
بھٹکتا ہوا چھوڑ کر ہم سفر کو

جو آئے کبھی شدتِ غم سے آنسو
کیا صاف گردن جھکا چشمِ تر کو



گر کرے توبہ گناہ سے اپنے حق کی ذات سے
از سر نو پاک ہو جاتا ہے سنبھالت سے



شکل ظاہر دیکھنا بے سود ہے
دیکھ سیرت دل کی آنکھیں کھول کر



رات دن یہ رنج و الم غم فکر و الم
زندگی کیا ہے سلگتی گھاس ہے



کیا توازن عظمت اصحاب کا کوئی کرے
رتبہ ابدال کم ہے خاک پا کے سامنے



اک تیری مشکل کشائی کے سوا یارب بتا
کون ہے، ہم جائیں کس حاجت روای کے سامنے

ضروری تو نہیں ہے ہر دعا پوری ہی ہو جائے
عبد کچھ آرزو انسان اس دنیا میں کرتا ہے



سکون زندگی اس کو کبھی حاصل نہیں ہوگا
قناعت کا سبق جس نے نہیں سیکھا زمانے میں



شکایت مان لیتے ہیں جو دلنش مند ہوتے ہیں
شکایت ہو اگر جائز تو پھر شکوہ نہیں کرتے



اے زمانے آج دیوانہ جنہیں کہتا ہے تو
کل انہیں کے دیکھ لینا کیا ہیں اعزاز و شرف



لذت گفتار ماحصل برائے رازدار
ہیں جو تنہائی میں حاصل سب کو محفل میں کہاں

ہے دعا، خیر ہو ساقی تیرے میخانے کی
داستاں مختصر کر دی میرے افسانے کی



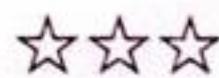
تمنا ہے کوئی دل میں، زباں خاموش ہے لیکن
نگاہیں فرض پورا کر رہی ہیں ترجمانی کا



بوجھ ہے فرقت کا دل پر ٹھہر کر جانا ابھی
اور تھوڑے نارمل حالات ہو جانے کے بعد



خوش خلق آدمی ہی خدا کے قریب ہے
ہر شخص کو کہاں یہ سعادت نصیب ہے



وہ سخت بول کے چہرے پہ دھیان دیتے ہیں
کسی کے نفس کا جب امتحان لیتے ہیں

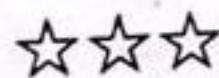
بات دن بھر روشنی کی دیکھتے کرتے رہے
ہو گئے خاموش اک دم رات ہو جانے کے بعد



یہ جانب داریاں ہیں یا کہ تفتیشوں کی خامی ہے
سزا میں بے گناہ پاتے ہیں مجرم چھوٹ جاتے ہیں



تیری عنایتوں میں تو کوئی کمی نہ تھی
خود ہاتھ نہ اٹھا سنا حاجت کے واسطے



مانا کہ اپنا دلیں ترقی پذیر ہے
خوددار، خودفیل ہے، زندہ ضمیر ہے

لیکن یہ الیہ بھی تو کیا ہے دیکھئے
مفلس مزید تنگ امیر اور امیر ہے



وہ دعویٰ کر رہے ہیں آج نفرت کو مٹانے کا
قدم جن کا سکون بر باد کرتا ہے زمانے کا

نبیس تجھ میں وفا تیری وفا کو آزماء دیکھا
تجھے موقع نبیس اب اور دیں گے آزمانے کا



شاعری کیا ہے میری، کرب بیان کرتا ہوں
زخم دل رو برو لوگوں کے عیاں کرتا ہوں

ذہن و دل جس سے متاثر میرے ہو جاتے ہیں
بس اسی درد کو شعروں میں بیان کرتا ہوں

آزاد ہوئے پیش، لیکن ذہنوں پہ غلامی طاری ہے
پتوں پہننا آسائ ہے اور لنگی ہم کو بھاری ہے

وہ چھوڑ گئے بھارت لیکن سب طرز تو باقی ہے ان کا
چ پوچھئے فتنی سے زیادہ انگریز کی سانچھے داری ہے



ہم غریبوں کا زمانے میں سہارا کیا ہے
اک تڑپنے کے سوا اور اب چارہ کیا ہے

تجھ کو بدنام زمانے میں نہ ہونے دیں گے
ہم ہی مر جائیں گھٹ گھٹ کے ہمارا کیا ہے



یہ گلشن ہے ہمارا، اس کو ہم نے بھی سنوارا ہے
حافظت اس کی اب کرنا، یہی مقصد ہمارا ہے

محبت ملک سے کرنا، ہے یہ تعلیمِ مذہب کی
یہ دولت چیز کیا ہے، جان سے بھی ہم کو پیارا ہے

زندگی تاریکیوں کی نذر کی
چند لمحوں کے اجائے دیکھ کر
کر لیا ہر بات پر ان کی یقین
طرز ان کے بھولے بھالے دیکھ کر



گر نہیں کچھ رشتہ باہم تو پھر
کیوں نظر نیچے جھکالے دیکھ کر

ابر آلودہ قمر جیسا گا
زلف رخساروں پہ کالے دیکھ کر



عدل کا یہ کون سا معیار ہے
جو بھی ظالم ہے وہی سردار ہے

ظلم کرنا تو ہوا جائز مگر
ظلم جو سہتا نہیں غدار ہے

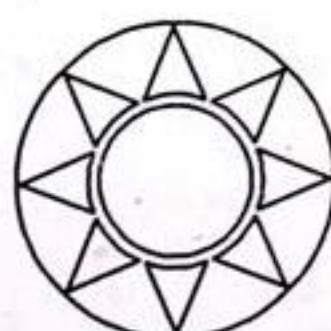
سب کچھ ہٹا کے ہوش میں آئے تو کیا ہوا
دن میں اگر چراغ جلائے تو کیا ہوا

ناکام ساری ہوں گی کوششیں وصال کی
مایوس ہو کے بھولنا چاہے تو کیا ہوا



چلے دو قدم، ساتھ پھر چھوڑ بیٹھے
بھٹکتا ہوا چھوڑ کر ہم سفر کو

جو آئے کبھی شدتِ غم سے آنسو
کیا صاف گردن جھکا چشم تر کو



گر کرے تو بہ گناہ سے اپنے حق کی ذات سے
از سر نو پاک ہو جاتا ہے سنیات سے



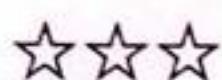
شکل ظاہر دیکھنا بے سود ہے
دیکھ سیرت دل کی آنکھیں کھول کر



رات دن یہ رنج و الم غم فکر و الم
زندگی کیا ہے سلگتی گھاس ہے



کیا توازن عظمت اصحاب کا کوئی کرے
رتیبہ ابدال کم ہے خاک پا کے سامنے



اک تیری مشکل کشائی کے سوا یارب بتا
کون ہے، ہم جائیں کس حاجت روایت کے سامنے

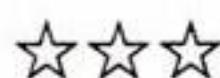
ضروری تو نہیں ہے ہر دعا پوری ہی ہو جائے
عبد کچھ آرزو انسان اس دنیا میں کرتا ہے



سکون زندگی اس کو کبھی حاصل نہیں ہوگا
قناوت کا سبق جس نے نہیں سیکھا زمانے میں



شکایت مان لیتے ہیں جو دانش مند ہوتے ہیں
شکایت ہو اگر جائز تو پھر شکوہ نہیں کرتے

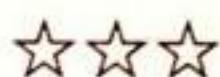


اے زمانے آج دیوانہ جنہیں کہتا ہے تو
کل انہیں کے دیکھ لینا کیا ہیں اعزاز و شرف



لذت گفتار ماحصل برائے رازدار
ہیں جو تنہائی میں حاصل سب کو محفل میں کہاں

ہے دعا، خیر ہو ساقی تیرے میخانے کی
داستاں مختصر کردی میرے افسانے کی



تمنا ہے کوئی دل میں، زباں خاموش ہے لیکن
نگاہیں فرض پورا کر رہی ہیں ترجمانی کا



بوجھ ہے فرقت کا دل پر ٹھہر کر جانا ابھی
اور تھوڑے نارمل حالات ہو جانے کے بعد



خوش خلق آدمی ہی خدا کے قریب ہے
ہر شخص کو کہاں یہ سعادت نصیب ہے



وہ سخت بول کے چہرے پہ دھیان دیتے ہیں
کسی کے نفس کا جب امتحان لیتے ہیں

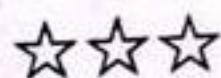
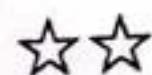
بات دن بھر روشنی کی دیکھتے کرتے رہے
ہو گئے خاموش اک دم رات ہو جانے کے بعد



یہ جانب داریاں ہیں یا کہ تفتیشوں کی خامی ہے
سزا میں بے گناہ پاتے ہیں مجرم چھوٹ جاتے ہیں



تیری عنایتوں میں تو کوئی کمی نہ تھی
خود ہاتھ نہ اٹھا سنا حاجت کے واسطے



ماستر شاراحمد کی دیگر تصنیف

راہِ اعتراض

احساس فکر

گاؤں سے دلی کی اور (منظوم سفر نامہ) (برنگ طنز و مراج)

﴿غیر مطبوعہ﴾

سفر سوئے حرم (سفر نامہ حج)

﴿زیر ترتیب﴾

(۱) جواہر پارے

(۲) کرد و پیش (مجموعہ مضمائیں)

(۳) تجربات حیات (شعری مجموعہ)

ماستر شاراحمد

413۔ میں روڈ، نئی کردم پوری، شاہدرہ، دہلی 94

9312132695